ہر شخص کو اجازت ہے کہ اس رسالہ کو طبع کرا کے شائع کر دے

يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون

حق کی شمع جسے ... پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا جائیگا

اظہار حق

و

انکشاف حقیقت

پہلے حصہ میں

حضرت سلطان الہند خواجہ **معین الدین** چشتی اجمیری نور اللہ مرقدہ کے مقدس آستانہ کی سجادہ نشینی کے متعلق روایات قدیم کا اظہار کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے کہ سجادہ نشین حال کا تقرر کن انکشافات کے بعد عمل میں آیا ہے اور ان کی حسبی و نسبی اور اعزازی و اخلاقی پوزیشن کیسی مستند و شاندار اور کیسی مضبوط و مستحکم ہے نیز یہ کہ ان کے ناکام حریفوں کے حسب نسب کے متعلق حکام و پبلک کی کیا رائے ہے اور عدالتی ریکارڈ میں ان کے متعلق کیسے تکلیف دہ حالات درج ہیں

دوسرے حصہ میں

رسالہ موسومہ "شگوفہ" کی تردید اور اس پر تنقید کیگئی ہے جس کے ذریعہ مخالفین نے صاحب سجادہ نشین آستانہ و جانشین حضرت سلطان الہند کے خلاف فضا پیدا کر کے پبلک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی سعی کی تھی

جید برقی پریس واقع بلیماران دہلی میں چھپکر شائع ہوا

ایک غلط خیال کی اصلاح

رسالہ "اظہار حق" وانکشاف حقیقت پر دستخط کنندگان میں ایک میرا نام بھی شامل ہے۔ یہ تمام واقعات وحالات نہ صرف یہ کہ میرے معائنہ میں آچکے ہیں بلکہ ایک ایک واقعہ کی صحت اور اس کے مکمل ثبوت کا میں اپنے کو ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے فرقہ وارانہ معاملات میں کسی قومی سوسائٹی کے ذمہ دار شخص کو حصہ نہیں لینا چاہئے میں خود ایک عرصہ تک اس اصول کا نہ صرف حامی بلکہ عامل رہا۔ اور میں نے اپنے کو بہت سے ایسے مواقعہ پر غیر جانب دار رکھا لیکن کچھ عرصہ سے میں نے محسوس کر لیا ہے کہ یہ اصول غلط اور اس کا پابند جرم حق پوشی کا مرتکب ہے۔"

ایک انسان کے لئے سب سے مقدم اور اعلیٰ ترین فرض یہ ہے کہ وہ بلا خوف وخطر حق کی حمایت کرے۔ اور اس راہ میں کسی ملامت و طعن کی پرواہ نہ کرے۔

"اگر کوئی نیشنل سوسائٹی یا قومی مجلس "اظہار حق" سے مانع ہو تو میرا خیال ہے کہ ایسی سوسائٹی یا جماعت کی ذمہ داری ایک جرم ہے۔ معصیت ہے اور سنگین گناہ ہے۔ خلافت کمیٹی یا تبلیغ کمیٹی اگر "اظہار حق"

فہرست مضامین اظہار حق و انکشاف حقیقت

سے مانع ہوسکتی ہیں تو میں اپنی فرصت کے پہلے لمحہ میں اُن سے قطع تعلق کے لئے تیار ہوں۔"

میں نے اپنی ذاتی ذمہ داری پر ایک شہری کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ اور اپنے نام کے ساتھ کسی سوسائٹی کے عہدہ کے استعمال کی ضرورت نہیں سمجھی ہے۔ اگر ذاتی حیثیت سے بھی میرا یہ فعل اور حمایت حق دائرہ اعتراض میں آسکتی ہے تو میں تہیہ کرچکا ہوں کہ خلافت و تبلیغ کی ورکنگ کمیٹیز یا اُن کے اسی غرض کے لئے بُلائے ہوئے کسی پبلک جلسہ کے مطالبہ پر فوراً استعفےٰ داخل کردوں گا" اور پراونشل خلافت کمیٹی و جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ اجمیر کی سکرٹری شپ سے دستبردار ہوجاؤں گا۔ فقط

خادم ملک وملت

محی الدین اجمیری عفا اللہ عنہٗ

اپریل ۱۹۲۷ء

افواہوں کے متعلق ایک ضروری نوٹ

نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

شگوفہ نامی رسالہ کے ذریعہ مخالفین نے جو چیز پبلک میں پیش کی تھی اس کی تردید اس رسالہ اظہارِ حق کی شکل میں ابھی زیرِ طبع تھی اور اس کے تردیدی مضامین و دلائل کے چرچے پبلک کی زبانوں پر کہ مخالفین کی جانب سے ایک خاص افواہ مختلف زبانوں سے مختلف شکلوں میں سنی گئی جس کا ماحصلِ کل اتنا ہے کہ مخالفین کو ایک ایسی مصدقہ تحریر مل گئی ہے جس میں سجادہ نشین حال نے اپنے کو خود راجپوت لکھا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ تاوقتیکہ وہ چیز جس کے ذریعہ مخالفین ہوا باندھ رہے ہیں۔ عدالت میں نہ آجائے یا شائع نہ کر دی جائے ہم اس کے متعلق رجماً بالغیب کوئی رائے کیسے قائم کر سکتے ہیں۔ اگر فی الحقیقت مخالفین کے پاس کوئی ایسی تحریر موجود ہے یا اس سے ملتا جلتا کچھ مواد مل گیا ہے تو چشم ما روشن وہ اس کو شائع کریں اور بلا تاخیر عدالت میں پیش کر کے ایک ہزار روپیہ انعام حاصل کر لیں جس کا اشتہار ہم نے اسی رسالہ میں دیدیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ اقدس کی سجادہ نشینی اور حضرت خواجہ بزرگ کی جانشینی نہایت ممتاز اور جلیل القدر منصب ہے۔ شاہان سلف کے زمانہ سے اس منصب کے ساتھ ایک بڑی جاگیر وابستہ چلی آرہی ہے حسب دستور عہدِ قدیم و شاہانِ اسلام اس منصبِ عالی پر صرف وہ شخص فائز ہوسکتا ہے جو حضرت خواجہ بزرگ کی صحیح و مستند اولاد ہو نجیب الطرفین ہو سابق سجادہ نشین سے رشتہ میں قریب تر ہو۔ اور اخلاق حسنہ و اوصاف حمیدہ کے لحاظ سے نسبتًا امتیازی شان رکھتا ہو۔ اگر کسی زمانہ میں سجادہ نشینی کے متعدد دعوی دار پیدا ہوئے ہیں تو ان میں تصفیہ اور اصول مندرجہ بالا و روایات قدیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے حق کی تعین و تشخیص اور کسی ایک کا تقرر حکومت وقت اور اس کی عدالتیں ہی کر سکی ہیں اور وہی فیصلہ بحال و نافذ رہ سکا ہے۔ چنانچہ دیوان سید سراج الدین علی خاں صاحب مرحوم دیوان سید غیاث الدین علی خاں صاحب مرحوم

ہم نے اس انعام میں مخالفین کے لئے بڑی وسعت اور گنجائش رکھی ہے۔ ہمارا انعام شائع شدہ نقشوں موجودہ حاصل کئے ہوئے مواد اور اس ذخیرہ تک پرحاوی ہے۔ جو مخالفین کبھی آئندہ بھی حاصل کر سکیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ مخالفین نے جو ذخیرہ شائع کیا اُس کی تردید ہوچکی اور اب اُن کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مفید مطلب کوئی ایک بات بھی ثابت کرکے ہمارے اعلان کردہ انعامات میں سے کوئی ایک انعام بھی لے سکیں۔

ہمارا دعوے ہے کہ مشتہرین قیامت تک ہمارے کسی چیلنج کو قبول نہ کر سکیں گے اور کوئی ایک انعام بھی نہ لے سکیں گے البتہ روزانہ نت نئی افواہیں گڑھی جایا کرینگی اور اُن کے ذریعہ سادہ لوح اور فریب خوردہ ہمنواؤں کے لئے کچھ روز تک سامان تسکین بہم پہونچتا رہیگا۔ یہاں تک کہ باطل کی تاریکی میں سے حق کا آفتاب ظاہر ہوجاوے اور دنیا کہہ اُٹھے کہ ؏ نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے۔" فقط

خادمِ ملک وملّت

محی الدین اجمیری عفا اللہ عنہٗ

اپریل ۱۹۲۷ء

جوابات، شجرہ نسب اور ثبوت پر کافی غور کر کے فیصلہ دیا۔ اور عدالتہائے دیوانی و فوجداری نے بھی اس فیصلہ میں مداخلت نہ کی جس کا اپیل و استصواب بھی خارج ہوا۔

ظاہر ہے کہ ۱۹ مدعیان میں سے منتخب صرف ایک ہی شخص ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قرعۂ انتخاب جناب دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین حال کے نام نامی پر نکلا اور وہ تحقیقات سے حضرت خواجہ بزرگ نور اللہ مرقدہ کی مستند صحیح النسب نجیب الطرفین اولاد سابق سجادہ نشین مرحوم سے رشتہ میں قریب تر اور اخلاقی و اعزازی حیثیت سے بھی ممتاز ترین ثابت ہو کر بعد توثیق و تصدیق لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا۔ باقاعدہ دیوان درگاہ سجادہ نشین آستانہ اور حضرت سلطان الہند نور اللہ مرقدہ کے جانشین تسلیم کئے گئے۔ اس تحقیقات اور فیصلہ سے مطمئن ہو کر منجانب مسلمانان شہر دستار بندی کی گئی کمیٹی درگاہ معلّٰی نے باقاعدہ رسم مسند نشینی ادا کی منجانب درگاہ دستار بندی ہوئی۔ اور خلعت پہنانے کی خدمت متولّی صاحب درگاہ شریف نے انجام دی ہندوستان کے معزز ترین افراد۔ بڑے بڑے علما رمشائخ سلسلہ سجادہ نشینان آستانہائے ہند بالخصوص صاحب سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ۔ تونسہ شریف و صاحب سجادہ نشین خانقاہ

دیوان سید امام الدین علی خانصاحب مرحوم اور دیوان سید شرف الدین علی خاں صاحب مرحوم کی سجادہ نشینی کا فیصلہ حکومت ہی کی عدالتوں سے ہوا ہے۔

نہ صرف آستانۂ اجمیر کی سجادہ نشینی بلکہ دوسرے مقامات کے آستانوں میں بھی اگر بدقسمتی سے اس قسم کے نزاعات و اختلافات رونما ہوتے ہیں تو چارو ناچار حکومت ہی کی عدالتیں فیصلہ کرسکی ہیں جیساکہ تونسہ شریف و پاک پٹن شریف کی مشہور و معروف گدیوں کے اختلافات اور بالآخر حکومت کی جانب سے حق بحقدار رسید کے افسانے خاص و عام کی زبانوں پر ہیں۔

دیوان سید شرف الدین علی خاں صاحب مرحوم سابق سجادہ نشین آستانۂ اجمیر کے انتقال کے بعد دعویداران سجادگی ایک دو نہیں بلکہ ۱۹ کی تعداد میں دفعتًا پیدا ہو گئے تھے۔ ہر شخص اپنے کو مستحق سجادگی خیال کرتا تھا اور اپنے ہمراہ ایک تائید کنندہ جماعت رکھتا تھا۔ تمام مدعیان نے حکومت کی عدالتوں کی جانب رجوع کیا۔ چنانچہ عدالت انتظامی وہاں نے ان ۱۹ دعویداران سجادگی کے حقوق کی جانچ پڑتال اور چھان بین کی۔ کھلی عدالت نے ہر ایک کے بیانات سماعت کئے۔ عذرات قلمبند کئے۔ زبانی بحثیں سنیں۔ مقابل کے اعتراضات کے

دوسرا شور سجادہ نشین کی منصبی حویلی کے انخلاء کے وقت اُٹھا۔
جبکہ حسب روایات قدیم اُس پر سجادہ نشین حال کو قبضہ دلایا گیا۔ اس
موقعہ پر بھی بیواؤں کے پردے میں بڑی بڑی گہری سازشیں کی گئیں
اجمیر و بیرونجات میں ایک فتنۂ محشر برپا کر دیا گیا حالانکہ اخراج بیوہ
کے معاملہ میں سجادہ نشین حال کلیۃً معصوم تھے اُنہوں نے قبضہ حویلی
کے حکم میں صاحب کمشنر اجمیر سے بیوہ محترمہ کا استثنیٰ کرا لیا تھا جس
کو آج بھی ہر شخص عدالت سے معلوم کر سکتا ہے۔ سجادہ نشین حال اُس
وقت سے آج تک محترمہ بیوہ کے ساتھ ہر قسم کے سلوک و رعایت اور
احترام کے لئے تیار ہیں۔ اُنہوں نے مختلف اوقات میں عُلیا حضرت
بیگم صاحبہ سابق فرمانروائے بھوپال حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف
مرجع انام شاہ حامد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ
تونسہ شریف۔ و یمین السلطنت سر مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر۔
و جناب مرزا اکرام علی صاحب مہتمم خانخانہ حیدر آباد دکن وغیرہم کو
آمادہ کر کے بیوگان تک ہر قسم کی مراعات و سلوک اور احترام کے
پیامات پہنچائے لیکن بیوہ محترمہ جس ماحول اور فضا میں گھری ہوئی
تھیں اُس کا نتیجہ یہ ہی نکلا کہ تمام جد و جہد بیکار گئی اور اُنہوں نے کسی

نیاز یہ بریلی شریف وغیرہ وغیرہ حضرات نے مبارکباد کے خطوط وتار بھیجے اور سجادہ نشین آستانہ حضرت سلطان الہند تسلیم کیا۔

ناکام امیدواران سجادگی ایک دو نہیں بلکہ ۱۸ کی تعداد میں تھے دوربین نگاہوں نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا کہ یہ فیصلہ اور ایک شخص کا انتخاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بقیہ ۱۸۔ امیدواران اور اُنکے متعلقین وہمنوایان کی کثیر جماعت کو چراغ پا رکھے گا۔ اور ہر موقعہ پر محترم سجادہ نشین حال کے خلاف ذراسی بات کو افسانہ بنا دیا جایا کریگا۔ چنانچہ اس تقرر کے خلاف بہت سے ہنگامے برپا کئے گئے متعدد مواقع پر شور مچایا گیا۔ وائسرائے بہادر کے پاس میموریل بھیجے گئے۔ اسمبلی میں سوالات ہوئے۔ آنریبل سر میاں محمد شفیع لا ممبر گورنمنٹ آف انڈیا نے وقتی فضا سے متاثر ہوکر اس باب میں لوکل گورنمنٹ سے متعدد سوالات کئے۔ اور وہ سب کچھ کر لیا گیا جو ایک دو نہیں بلکہ اٹھارہ ناکام امیدواروں کی پُرجوش اور انتقامی فطرت کرسکتی تھی لیکن مقامی گورنمنٹ کا فیصلہ مضبوط تھا معقول وجوہات وحقائق پر مبنی تھا۔ اُسکے پاس معقول دلائل اور مدلل جوابات تھے جن کے ذریعہ اس طوفان کو فرو کر دیا گیا۔ اور لا ممبر موصوف کو بھی لوکل گورنمنٹ کے فیصلہ پر اتفاق رائے تحریر کرنا پڑا۔

کے بجائے اب احکام شریعت کی علانیہ تعمیل ہوتی ہے۔ جہاں اب پولیس والوں کی للکار کے بجائے اذان و تکبیر کی آوازیں سنائی دیتی ہیں ذکر و شغل اور ورد و وظائف کا دور دورہ رہتا ہے جہاں اب بجائے کوکین خوری کے مجالس میلاد و اعراس اور مواعظ حسنہ کے لئے جلسہ منعقد ہوتے ہیں۔ جہاں اب بجائے بدمعاشوں اور طوائفوں کے قیام کے علماء و مشائخ کا قیام رہتا ہے ؎

اندکے باتو بگفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

انخلائے حویلی کے طوفان کو فرو ہوئے کچھ زمانہ گزرا تھا کہ اب پھر ایک ناکام مدعی سجادگی اور دوسرے ناکام مدعی کے "اقبالی خواص زادے" بڑے بھائی کی جانب سے ایک شرمناک جھوٹ کا شگوفہ چھوڑ دیا گیا جس پر تفصیلی تبصرہ ہم اس رسالہ کے اخیر حصہ میں کریں گے اور بتلائیں گے کہ ان ناکام مدعیان سجادگی کی فطرت پرستار زادگی نے کس طرح جھوٹ سچ میں تحریف و تصرف اور رائے زنی کی آمیزش کرکے انتقام ناکامی لینے کی لاحاصل سعی کی ہے سردست ہم پبلک کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سجادہ نشین حال کی حسبی نسبی اخلاقی و اعزازی پوزیشن کتنی مضبوط و مستحکم اور ان کے ناکام حریفوں کی حیثیت کتنی

یہ فتنہ بھی فرو ہو گیا۔ اگرچہ منظر قائم ہے لیکن اب اس میں اثر کچھ بھی نہیں۔ قبضہ کے وقت منصبی حویلی جن برے حالوں میں ملی ہے اس کے دیکھنے والے ایک دو نہیں بلکہ انخلاء حویلی کے موقع پر شور مچانے والوں سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔

اس بڑی حویلی اور عظیم الشان یادگار کی مٹی ان لوگوں کے ہاتھوں جیسی خراب تھی اس کی داستان بڑی دردناک اور طولانی ہے مختصر یہ کہ ایک سو چالیس کیواڑ کی جوڑیاں اور ان کی چوکھٹیں تک نذرِ عیاشی کی جا چکی تھیں۔ دیوان سابق مرحوم کے اخیر ایام حیات میں ایک موقعہ پر ہند و اصحاب کے ہاتھوں اس طویل و عریض اور عظیم الشان یادگار حویلی کے نیلام کا مسئلہ بھی طے پا چکا تھا جس کو بعض دردمند اصحاب نے بدقت تمام ملتوی کرایا۔ ورنہ دیر و حرم کی یکجائی کے ساتھ غالب کی یہ تمنا بھی پوری ہونے والی تھی۔ ع

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے

ہمارے خیال میں آستانہ اقدس کے ہر عقیدتمند اور ہر متوسل کو جناب دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ کا اس باب میں خصوصیت سے ممنون ہونا چاہیے جن کے مبارک عہد میں اس منصبی اور یادگار حویلی کے دن پھرے۔ جہاں منہیاتِ شرعیہ

کی ہے سید مسیح اللہ کے بڑے لڑکے سید شاہ علی کا سلسلۂ اولاد سید رضا حسین لاولد پر ختم ہوگیا۔ لیکن تاریخی اور عدالتی ریکارڈ کا یہ ایک مستند باب اور مصدقہ واقعہ ہے کہ سید مسیح اللہ ترک وطن کرکے گورگانوہ موضع دھولکوٹ میں آباد ہوگئے تھے۔ اور انہوں نے حضرت غوث الاعظم کے خاندان میں عقد ثانی کیا تھا جن کے بطن سے سید فضل علی و سید کلب علی (جن کا دوسرا نام کرم علی بھی ہے) پیدا ہوئے چنانچہ گانا ہیڑہ کی جاگیر کے متعلق دہ سالہ بندوبست کے کاغذات میں سید مسیح اللہ کے تین لڑکے سید شاہ علی، سید فضل علی۔ اور سید کلب علی دکھلائے گئے ہیں اور سید فضل علی اور سید کلب علی کے متعلق یہ نوٹ موجود ہے کہ ان کی اولاد دہلی کے قریب دھولکوٹ میں آباد ہے اور ان کے حصے ان کے حقیقی بھائی سید شاہ علی کے قبضہ میں ہیں۔ ملاحظہ ہو شجرۂ بندوبست دہ سالہ موضع گانا ہیڑہ۔ بصفحہ ۱۰

کمزور اور کیسی تکلیف دہ ہے جس کی اشاعت سے ہم کو خود افسوس ہو رہا ہے

ہم عدالتی کاغذات اور مصدقہ دستاویزات سے وہ تمام واقعات و حالات

نقل کرتے ہیں جو عدالتی ریکارڈ میں سجادہ نشین حال اور ان کے مقابل

ناکام امیدواران سجادگی کے متعلق موجود و درج ہیں۔

ہم اُس شخص کو جو ان واقعات کو غلط ثابت کر دے ایک ہزار

روپیہ سکہ گورنمنٹ انعام دیں گے جو ہم سے ذریعہ عدالت قانوناً وصول

کیا جا سکتا ہے۔ ع "صلاء عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے" لیکن اگر چیلنج قبول

کرنیوالے مدعی کا ثبوت عدالت نامکمل ہونیکی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو مبلغ تین سو

روپیہ قانوناً ادا کرنے ہونگے جو مسلمانانِ شہر کی رائے سے تجہیز و تکفین لاوارثان میں

خرچ ہونگے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
کسے کو تف زند ریشش بسوزد

جناب دیوان سید آل رسول علی خانصاحب سجادہ نشین آستانہ وجانشین حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

صاحب سجادہ نشین حال نے سید ابو الفتح کے چوتھے لڑکے سید

عطاء اللہ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے دعویٰ کیا تھا۔ سید عطاء اللہ

کی اولاد سے سید مسیح اللہ تک موافقین و مخالفین سب نے درست تسلیم

کیونڈش صاحب بہادر سیٹلمنٹ آفیسر ضلع اجمیر نے بعد تحقیق و
چھان بین بابت حصہ داران موضع دلواڑہ سید فضل علی و سید کلب علی کو
"درسفر" لکھا ہے اور کاغذات میں سید شاہ علی کے بیٹے سید نوازش علی
نے اپنے ہر دو حقیقی چچا سید فضل علی و سید کلب علی کے بجائے دستخط کئے
ہیں اور اُن کے حصہ کی ذمہ داری لی ہے۔ اس تحقیقات سے یہ بھی
ثابت ہے کہ اُن کا حصہ موضع گانا ہیڑہ میں بھی ہے۔ جیسا کہ شجرۂ
بندوبست موضع گانا ہیڑہ سے ثابت ہو چکا۔ ملاحظہ ہو کیونڈش صاحب
کی تحقیقات "کہ میر فضل علی و کلب علی درسفر رفتند" اور میر نوازش علی
کے دستخط اپنے ہر دو چچا سید کلب علی و سید فضل علی کے بجائے بصفحہ آئندہ

نقل شجرہ پن نوازش علی مشمولہ مثل بندوبست دہ سالہ موضع گناہیڑہ بموجب حکم صاحب کلکٹر بہادر اجمیر

نقل مطابق اصل باعتبار مقابلہ
محافظ دفتر صدر صیغہ کلاں اجمیر

مہر عدالت

8/4/27

قرصہ خواجہ احمد

پن نوازش علی

زوجہ عبد السبحان

عائشہ بی بی

شائستہ بی بی

مسیح اللہ

شاہ علی | کلب علی | فضل علی

نوازش علی

بھوری | ہدایت النساء | نذر علی | فدا حسین

رضا حسین

کلب علی و فضل علی کی اولاد موجود نہیں [illegible]

حصہ کلب علی و فضل علی اولاد شاہ علی برادر حقیقی کے ہیں

مقابلہ

قرأت — محمد حامد علی

سماعت — عبد الحفیظ خاں

و سیّد کلب علی اور اُن کی اولاد کا تذکرہ اُن کے لئے ناگزیر تھا۔ اگر معین الاولیاء کو مخالفین سجادہ نشین حال کی خاطر غیر معتبر مان لیا جائے تب بھی گاناہیڑہ و دلواڑہ کے بندوبستی کاغذات میں سجادہ نشین حال کے آباء واجداد کے ناموں کا اندراج اور دھولکوٹ میں اُن کی اولاد کی موجودگی کا ثبوت ایسا کاری زخم ناسور اور داغ شرمندگی ہے جو مخالفین کی زبانوں۔ دلوں اور پیشانیوں پر ہمیشہ نمایاں رہیگا۔

حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نور اللہ مرقدہ سے سیّد مسیح اللہ تک سلسلۂ نسب کا اعتراف مخالفین کو بھی ہے۔ سیّد مسیح اللہ کے تین لڑکوں سیّد شاہ علی۔ سیّد فضل علی۔ اور سیّد کلب علی کا ثبوت گاناہیڑہ اور دلواڑہ کے بندوبستی کاغذات سے ہوچکا اور یہ بھی ظاہر ہوچکا کہ سیّد فضل علی و سیّد کلب علی کی اولاد دھولکوٹ میں موجود ہے۔ اب موضع دھولکوٹ ضلع گوڑگانوہ کے بندوبستی کاغذات سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سیّد فضل علی کی اولاد میں سے سجادہ نشین حال ہیں یا نہیں خوش قسمتی سے شجرہ مصدقہ انساب و حقوق مالکان موضع دھولکوٹ تحصیل و ضلع گوڑگانوہ زبانِ حال سے شاہد ہے کہ سید فضل علی کے لڑکے سیّد کرامت علی اور اُن کے لڑکے سیّد خورسند علی ہیں جن کی اولاد سے جناب دیوان سیّد آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین حال

خلاصہ نتیجہ تحقیقات کیونڈش صاحب بہادر سٹیلمنٹ افیسر

(ضلع اجمیر)

از طرف میر فضل علی و کلب علی کہ کسان کہ غیر حاضر اند و در سفر رفتہ اند در سفر رفتہ اند نو بیابانیدن حصہ میر نوازش علی بباعث قرابت عام اوشان۔ و اگر کسان مذکورین از خود کہ وارث حقیقی مذکورم اگر احیاناً سفر رسیدہ استغاثہ کمی و بیشی آنہا از سفر رسیدہ عذرے خواہند نمود حصہ خود نمایند و یا عذرے کدام جوابدہی آن بذمہ من است۔ نوعے آرند جوابدہی آن بذمہ کیست

العبد
میر نوازش علی کلب علی و فضل علی
عموی خود بقلم خود

سجادہ نشین حال نے معین الاولیاء پر اپنے نسبی ثبوت کا حصر نہیں کیا ہے۔ بلکہ اُس سے بھی سید فضل علی و سید کلب علی کے دھولکوٹ میں آباد ہونے اور وہاں اُن کی اولاد کی موجودگی کی تائید ہوتی ہے۔ دیوان سید امام الدین علی خاں صاحب سابق سجادہ نشین مرحوم مصنف معین الاولیاء ضلع اجمیر کے ڈپٹی کلکٹر تھے وہ مال کے کاغذات سے نہ صرف واقف بلکہ ماہر تھے۔ گانا ہیڑہ اور دلواڑہ کے کاغذات اُن کے معائنہ میں آچکے تھے اس لئے معین الاولیاء میں سید فضل علی

فارم نمبر ۳۶ (ب)

نقل از شجرہ نسب و حقوق مالکان موضع ساڈھیرانہ بہاری پور

تحصیل و ضلع گوڑگانوہ بابت ۱۹۰۶ء

بدرخواست سید آل رسول خلف پیرزادہ سید خورسند علی
ساکن چھاونی گوڑگانوہ

سید	تصدیق کی گئی نقل مطابق اصل ہے
فضل علی	دستخط محمد علی (بخط انگریزی)
	اگزامینر نقول ضلع گوڑگانوہ
ولد	
کرامت علی	بروئے دفعہ ۷۶ ایکٹ شہادت ہند

تاریخ ۹ جنوری ۱۹۲۳ء

اور ان کے دوسرے بھائی ہیں۔ ملاحظہ ہو شجرۂ انساب مصدقہ موضع دھولکوٹ ضلع گوڑگانوہ بصفحہ ہذا اور اس کے بعد ملاحظہ ہو شجرۂ نسب و حقوق مالکان موضع ساڈہرانہ بہاری پور تحصیل و ضلع گوڑگانوہ

بر صفحہ ۱۵

(الف) (مہر عدالت)

نقل از شجرہ انساب و حقوق مالکان موضع دھول کوٹ

تحصیل و ضلع گوڑگانوہ مشمولہ مثل بندوبست مرتبہ ۱۹۰۶-۰۷ء

بدرخواست سید مشرف حسین ساکن چھاونی گوڑگانوہ

زیر اہتمام بی ٹی گبسن صاحب بہادر کلکٹر بندوبست ضلع گوڑگانوہ

تصدیق کی گئی نقل مطابق اصل کا ہے — سید بنی فاطمہ

فضل علی	کرامت علی
ولد	ولد
کرامت علی	خورسند علی

ایگزامینر نقول ضلع گوڑگانوہ

بذریعہ ہبہ و بیع از وزیر ولد ظریف و لالہ ولد سمرت معہ حصہ شاملات

سید خورسند علی صاحب شیخ المشائخ جناب دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ حضرت سلطان الہند نور اللہ مرقدہ

اگر دعوتم رد کنی در قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶) انہیں جاگیر قرار دیا گیا ہے جو تا حال درجہ بدرجہ منتقل ہو کر سجادہ نشین حال تک پہنچ چکا ہے گویا حضرت خواجہ بزرگ سے دیوان سید علم الدین صاحب۔ صاحب فرمان شاہجہانی تک سلسلہ نسب شاہجہاں کو تسلیم ہے ان کے بعد سید مسیح اللہ بلکہ سید فضل علی تک سلسلہ نسب کا اعتراف مخالفین و موافقین سب کو رہا ہے اور سید فضل علی کا دھولکوٹ میں آباد ہونا اور وہاں ان کی اولاد کا ہونا۔ موضع گانا ہیڑہ دلواڑہ کے دہ سالہ بندوبستی کاغذات اور کیونڈش صاحب سٹیلمنٹ افیسر ضلع اجمیر کی تحقیقات سے ثابت ہے جن کو ہر دو مواضعات میں سے حصہ بھی اُن کے بھائی شاہ علی اور بھتیجے نوازش علی کی وساطت سے پہنچتا رہا ہے سید فضل علی صاحب سے سید خورسند علی صاحب تک سلسلہ نسب کاغذات بندوبست دہ سالہ موضع دھولکوٹ ضلع گوڑگانوہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ جن کی اولاد سے صاحب سجادہ نشین حال ہیں اس طرح یہ شجرۂ نسب شاہجہان حکومت ہند اور مخالفین تک کا مصدقہ بن جاتا ہے۔

چیلنج اگر کوئی صاحب اس شجرہ کو غلط ثابت کر کے اس امر کا ثبوت پیش کر دیں گے کہ سجادہ نشین حال کا کوئی تعلق اس سلسلہ سے نہیں ہے اور صاحب موصوف سابق سجادہ نشین سے رشتہ میں قریب تر اور یک جدی نہیں ہیں تو ہم اُن کو مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ گورنمنٹ انعام دیں گے لیکن اگر چیلنج قبول کر کے سوائے مدعی کا عدالتی ثبوت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو مبلغ تین سو روپیہ قانوناً ادا کرنے ہونگے جو مسلمانانِ شہر کی رائے سے امداد بیوگانِ شہر کے لئے صرف ہونگے۔

مزید توضیح کے لئے ہم شجرۂ نسب از حضرت خواجہ بزرگ نور اللہ مرقدہٗ تا سجادہ نشین حال درج کرتے ہیں جس پر جناب دیوان سید غیاث الدین علی خاں صاحب مرحوم سابق سجادہ نشین آستانۂ اجمیر کی تصدیقی مہر ثبت ہے۔ ملاحظہ ہو شجرۂ نسب

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ معین الحق والدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔ خواجہ سید فخر الدین صاحب۔ خواجہ سید حسام الدین صاحب سوختہ۔ سید قیام الدین صاحب بابریال۔ سید نجم الدین خالد صاحب۔ سید کمال الدین حسن احمد صاحب۔ سید شہاب الدین صاحب۔ سید تاج الدین صاحب بایزید بزرگ۔ سید نور الدین صاحب طاہر۔ سید رفیع الدین احمد صاحب بایزید خرد۔ سید معین الدین ثالث صاحب۔ سید ابو الخیر صاحب۔ دیوان سید علم الدین صاحب۔ سید ابو الفتح صاحب۔ سید عطاء اللہ صاحب۔ سید ہدایت اللہ صاحب۔ سید حفیظ اللہ صاحب۔ سید مسیح اللہ صاحب۔ سید فضل علی عرف فجو شاہ صاحب۔ سید کرامت علی صاحب

ع۵ صاحب موصوف کے نام بحیثیت نبیرۂ حضرت خواجہ بزرگ سلطان الہند نور اللہ مرقدہٗ صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ کا فرمان ۱۰۵۳ھ ہے جس کی رو سے موضع دلواڑہ آپ کی

شادی کی تھی جن کے بطن سے سید فضل علی و سید کلب علی پیدا ہوئے
سید فضل علی صاحب نے عرب سرائے دہلی میں سادات عرب میں شادی
کی تھی جو دہلی میں معزز ترین اور ہندوستان میں نہایت صحیح النسب سادات
سے مانے جاتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے میر کرامت علی صاحب نے
پیرزادہ سید بدرالدین کے مشہور خاندان سادات میں شادی کی تھی جو
دہلی میں نہایت معزز مانے جاتے ہیں اور معافیدار بھی ہیں۔ ان کے
صاحبزادے میر خورسند علی صاحب نے حافظ سید محمد عمر صاحب کے
خاندان میں شادی کی جو اپنی سیادت و شرافت کے لحاظ سے مشہور ہیں
خود حضرت سجادہ نشین حال کی شادی شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ کلیم اللہ
صاحب جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز و شہرۂ آفاق خاندان میں ہوتی تھی

اس موقعہ پر ہم پبلک کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ منصب سجادہ نشینی
سے قبل سجادہ نشین حال اور ان کے بزرگوں کے متعلق دہلی کے نہایت
معزز روسار و حکام۔ عہدہ داران سرکاری علما، مشائخ اور ہندوستان
کے مشہور و معروف رہنمایان کی رائے کیسی پُر از عظمت و شاندار تھی۔

اس وقت درجنوں سندات ہمارے پیش نظر ہیں جنمیں معززین
روسار دہلی حکام گوڑگانوہ ڈھولکوٹ و دہلی اور علما، و مشائخ و عہدہ داران
سرکاری نے اپنی ذاتی واقفیت اور ذاتی تحقیق و تفتیش کے بعد

سجادہ نشین حال کے نسب اور ان کے نجیب الطرفین ہونے کی تحقیق نہ صرف حکام اجمیر و لوکل گورنمنٹ تک محدود رہی ہے بلکہ صاحب ڈپٹی کمشنر گوڑگانوہ صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی اور چیف کمشنر صاحب دہلی تک نے کی ہے جس پر گورنمنٹ آف انڈیا نے مہر تصدیق و تسلیم ثبت کی ہے۔ اس تحقیقات کے دوران میں علاوہ صحیح النسب نجیب الطرفین۔ حضرت خواجہ بزرگ کی مستند اولاد اور سابق سجادہ نشین مرحوم سے رشتہ میں قریب تر ہونے کے یہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ صاحب سجادہ نشین حال ذاتی و حسبی حیثیت سے بھی معزز و ممتاز ترین فرد ہیں جن کی شرافت خاندانی پر دہلی کے معزز ترین گھرانوں میں رشتہ داریوں اور جن کے اعلیٰ کیریکٹر حمیدہ اخلاق و شمائل اور پسندیدہ اوصاف و خصائل پر معززین دہلی کی سندات سے روشنی پڑتی ہے اور جن کے پنجسالہ قیام اجمیر سے باشندگان اجمیر اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ایسے اعلیٰ صفات کا سجادہ نشین کم از کم ایک صدی سے آستانہ کو میسر نہیں آیا۔ اس موقعہ پر ہم یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ سجادہ نشین حال کے آباء و اجداد نے شادیاں کن معزز خاندانوں میں کیں اور وہ محترم خواتین کن اعلیٰ ترین گھرانوں میں سے تھیں۔

میر مسیح اللہ نے خاندان حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں

جناب نواب صاحب لوہارو۔ پیرزادہ خان بہادر محمد حسین صاحب
ایم اے پنشنر و ڈویژنل سشن جج قسمت حصار۔ مرزا ظفر علی خانصاحب
ڈسٹرکٹ سشن جج حصار حال جج ہائیکورٹ پنجاب۔ آنریبل نواب
سر بہرام خاں صاحب "کے۔ سی۔ آئی۔ ای"۔ خان بہادر سردار دین محمد
خاں صاحب۔ نواب حاجی حبیب خاں صاحب "سی۔ آئی۔ ای"۔
سید بنیاد حسین صاحب سب ڈویژنل افیسر و مجسٹریٹ درجہ اول دہلی
میر فیض الحسن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر دہلی۔ سید ولی شاہ
ڈسٹرکٹ جج گوڑگانوہ۔ فضل الٰہی صاحب پنشنر سب جج۔ مولوی عبدالواحد
خاں صاحب بی اے وکیل سرکار۔ میر عبدالواحد صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر
اسکول گوڑگانوہ۔ قاضی محمد لطیف صاحب بی اے منصف درجہ اول
نواب ابوالحسن خاں صاحب پنشنر سب جج میونسپل کمشنر و رئیس دہلی۔
نواب محمد حسن عرف خضر صاحب پنشنر سابق تحصیلدار گوڑگانوہ۔
خان صاحب خان بہادر محمد سلیمان شاہ صاحب۔ وغیرہم یک صد
سے زیادہ شامل ہیں۔ جن میں سے ہر شخص بجائے خود دینی یا دنیوی
حیثیت سے ممتاز اور ذمہ دار ہے۔

کوئی شخص بھی اس مجموعۂ سندات پر ایک سرسری نظر ڈال کر
اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سجادہ نشین حال اور ان کے

نہایت شاندار الفاظ میں سجادہ نشین حال اور اُن کے بزرگوں کو مستند اولاد حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند نوراللہ مرقدہٗ۔ صحیح النسب نجیب الطرفین اور اخلاقی و اعزازی حیثیت سے نہایت ممتاز اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر مانا ہے۔ اور سید مسیح اللہ صاحب سے سجادہ نشین حال تک دہلی کے معزز خاندان سادات میں رشتہ داریوں اور شادیوں کی تصدیق کی ہے۔ ان حضرات میں حضرت مخدوم الانام شیخ فریدالدین صاحب چشتی احمد آبادی شاہ پوری سجادہ نشین آستانہائے پیران پٹن و احمد آباد حضرت مرجع انام شاہ عبدالصمد صاحب نبیرہ حضرت مولانا شاہ خواجہ فخرالدین محمد صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب سید شاہ امیر حسن صاحب چشتی صابری دہلوی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ صابر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا صوفی حافظ محمد عمر صاحب اخوند الملقب بہ شاہ سراج الحق قادری دہلوی۔ جناب میر قاسم علی صاحب کلیمی سجادہ نشین حضرت قطب عالم شیخ المشائخ شیخ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا مشتاق احمد صاحب چشتی صابری شمس العلماء مولانا سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی۔ جناب خواجہ علی حسن نظامی صاحب مولانا محمد کرامت اللہ خاں صاحب مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب۔ نواب محمد اسلام اللہ خاں صاحب رئیس دہلی

ان دلائل وشواہد کے بعد مشتہرین بھی اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ سجادہ نشین حال کو حضرت خواجہ سے نسبت نسبی حاصل ہے۔ لہذا اب مشتہرین کو حسب تحریر مندرجہ شگوفہ صفحہ ۱۰۷ سجادہ نشین حال کا احترام کرنا اور اُن کی پابوسی اپنے لئے سرمایہ سعادت وموجب نجات اُخروی سمجھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ اُن کے بزرگ سجادگان پیشین کا ادب واحترام کرتے آئے ہیں اسی طرح اُن کو بھی سجادہ نشین حال کا احترام اپنی تحریر کے مطابق اپنے پر لازم کر لینا چاہئے۔

یہ حالات تھے جنہوں نے حکام کو اس ریمارک پر مجبور کر دیا کہ دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین حال خاندانی اخلاقی اور اعزازی ہر حیثیت سے سجادہ نشینی آستانہ کے حقدار ہیں اور وہ دیوان مرحوم کے سب سے قریبی رشتہ دار اور ہر پہلو سے اس منصب کے قابل ولائق ہیں۔ نیز یہ کہ "حضرت خواجہ کی جانشینی اور آستانہ اقدس کی سجادہ نشینی اُن پر زیب دیگی"۔

الغرض جن حالات اور جن انکشافات کے بعد سجادہ نشین حال حضرت خواجہ بزرگ کے جانشین ہوئے ہیں اُن کی رو سے آستانہ کے ایک عقیدتمند کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ حضرت خواجہ بزرگ نے اپنے تصرف سے اپنے قریب ترین لائق اور نقش قدم پر چلنے والے فرزند ارجمند

بزرگوں کی پبلک حیثیت نہایت ممتاز و شاندار رہی ہے اور ان میں سے ہر شخص بجائے خود مرجع خلائق متبع شریعت اور حامل لوائے طریقت رہا ہے۔

ان تمام سندات کی طویل عبارتوں اور ان کے خلاصہ تک کو قلم انداز کر کے ہم صرف اس ایک رائے کو پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو مولانا محمد علی اڈیٹر ہمدرد نے ہمدرد کے دور اوّل میں ۲۔جولائی ۱۹۱۵ء کو جلد ۴ نمبر ۶۴ صفحہ ۳ کالم ۱ پر مختصر نوٹ میں بطور پیش گوئی ظاہر فرمائی تھی۔

مولانا محمد علی نے پیرزادہ سید خورسند علی صاحب مرحوم کی خبر شہادت درج کر کے لکھا تھا کہ مرحوم بڑے پایہ کے بزرگ تھے اور اولاد حضرت خواجہ خواجگان سے تھے۔

موجودہ سجادہ نشین (دیوان شرف الدین علی خاں صاحب) کے بعد آپ ہی کا حق تھا۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے صاحب زادہ سید آل رسول صاحب موصوف کے قدم بقدم اور ہر طرح اس حق کے اہل ہیں جو سجادگی اجمیر شریف کی صورت میں اپنے حقوق کی وجہ سے آپ کو ملنے والا ہے۔ خدا کرے مولانا محمد علی سے کوئی جا کر کہدے اس طرح پر کہ مخالفین کو خبر نہ ہو سہ

آں وعدہ کہ تقدیر ہمی داد وفا شد وآں کار کہ ایام ہمی خواست برآمد

پڑتا ہو۔ اگر کوئی قرآنی آیت۔ رسول کا کوئی حکم علماء و مشائخ کا کوئی ظاہری حکم یا باطنی و غیبی اشارہ ہمارے اغراض کے مخالف پڑ جائے تو ہم اُس وقت صاف طور پر اُس سب سے روگرداں ہو جاتے ہیں۔

اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ

اب دوسرے ناکام امیدواران اور اُن کے ہمنواؤں میں سے اُن چند کا حال سنئے جو سجادہ نشین حال کی مخالفت میں آج بھی پیش پیش ہیں۔

ان حالات و واقعات کی اشاعت کے لئے ہم خود متاسف و دلگیر ہیں لیکن اُن لوگوں کی مخالفانہ ریشہ دوانیوں اور ہر موقعہ پر پبلک میں گمراہ کن بیانات شائع کرتے رہنے کی مستمرہ عادت نے ہم کو مجبور کر دیا کہ ہم ایک بار تمام واقعات پبلک کے سامنے پیش کر دیں تاکہ پبلک گذشتہ و موجودہ اور آئندہ گمراہ کن بیانات سے متاثر نہ ہو جائے اور کسی غلط فہمی کی وجہ سے مسلمانوں پر در فتنہ باز نہ ہو جائے۔

جناب اکبر حسین صاحب

اپنے کو خواجہ سید اکبر حسین نبیرۂ حضرت سلطان الہند لکھا اور کہا کرتے ہیں۔ عدالت میں خود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ "اُن کی

سید آل رسول علی خاں صاحب کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہوتا ہے۔ جو حضرت خواجہ بزرگ کے باطنی تصرف اور اقتدار کے قائل ہیں۔ زبانوں سے رات دن حضرت خواجہ کو سلطان الہند کہتے ہیں اور دلوں میں اُن کے تصرف و اقتدار کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ سجادہ نشین حال کو کیوں حضرت خواجہ بزرگ کا منتخب سجادہ نشین اور جانشین نہیں مان لیتے۔ ایک عقیدتمند آستانہ کا یہ اعتقاد ہونا چاہئیے کہ حضرت خواجہ بزرگ کی گدی پر کوئی ایسا شخص نہیں بیٹھ سکتا جس کے حسب و نسب میں کوئی خرابی نقص یا کھوٹ ہو اگر سجادہ نشین حال میں اس قسم کا کوئی نقص ہوتا تو ہمارا اعتقاد ہے کہ اُن کو ایک منٹ کے لئے بھی یہ گدی میسر نہیں آسکتی تھی۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کی بارگاہ سلطانی سے اُن کی موقوفی و معزولی کا فرمان اب سے بہت پہلے صادر ہو چکا ہوتا۔

بدقسمتی سے آج کل عام طور پر ہم مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے اغراض کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ ہم خدائی احکام فرمان رسول علیہ السلام بزرگان ملت و علمائے اسلام کے ہر امر و اشارہ کو ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں لیکن صرف اُس وقت تک کہ وہ حکم وہ فرمان وہ امر اور وہ لطیفہ غیبی ہماری اغراض و خواہشات کے مخالف نہ

مہربان علی اور ان کے بزرگوں کے جائز اولاد ہونے کا معاملہ مختلف اوقات میں عرصہ ۸۰ سال سے صاف نہ ہو سکا۔" (اپیل نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۲ء ڈسٹرکٹ جج اجمیر)

اگر مہربان علی صاحب کی پیدائش میں کوئی نقص نہ ہوتا تو دیوان ذوالفقار علی خاں صاحب مرحوم کے بعد سجادہ نشینی ان کے بزرگوں کو ملتی اور ان سے منتقل ہوتی ہوئی آج ان تک پہنچ جاتی۔ اور دیوان مہدی علی خاں صاحب و دیوان سراج الدین علی خاں صاحب اور دیوان غیاث الدین علی خاں صاحب و دیوان امام الدین علی خاں صاحب و دیوان شرف الدین علی خاں صاحب اور سجادہ نشین حال کے پوتے سلسلہ میں سے کوئی ایک بھی سجادہ نشین نہ ہوتا لیکن ان کے بزرگوں کا مسلسل محروم رہنا اور خود ان کا کافی جد و جہد کے باوجود بھی ناکام ہونا اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ ان کے اور ان کے بزرگوں کے جائز اولاد ہونے کا معاملہ صاف نہیں ہے ان کے بڑے بھائی مختار علی صاحب نے بموقع انتخاب دیوان سید امام الدین علی خاں صاحب سابق سجادہ نشین مرحوم اپنے کو ان الفاظ میں حلف لیکر ۲۹۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کو عدالت کے روبرو پیش کیا۔

I am born of a Kept mistress

ماں رنڈی تھی جس سے اُن کے باپ نے نکاح کرلیا تھا" ایک فاحشہ رنڈی کی اولاد شریف اور اس معزز ترین عہدہ کے لائق نہیں بن جاسکتی ہم نہیں چاہتے کہ اُن کے ذکر سے اپنے قلم کو آلودہ کریں اُن کا عدالتی اقرار اور اُن کی صبح و شام اہلِ اجمیر کے سامنے ہے۔ اور جن کی اخلاقی حالت "دشمنش در قفاست" یہ چند سطور بھی ہم نے پبلک کو غلط فہمی سے بچانے اور اُن کے گمراہ کن پروپگنڈہ سے محفوظ رکھنے کے لئے شائع کردی ہیں۔

جناب مہربان علی صاحب

آپ بھی ناکام امیدوار" خواص زادے" ہیں دیوان سید شرف الدین علی خاں صاحب کا بیان ہے کہ" وہ مہربان علی اور اُن کے رشتہ داروں کو اپنے برابر خیال نہیں کرتے اور نہ سجادگی کے قابل سمجھتے ہیں۔" نیز دیوان شرف الدین علی خاں صاحب نے مہربان علی کو ناجائز اولاد بتلایا جس کا تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا۔"

مہربان علی صاحب کی ممبری درگاہ کا مسئلہ جب زیر بحث آیا تو صاحب ڈسٹرکٹ سشن جج اجمیر نے لکھا کہ" یہ بات ظاہر ہے کہ

ان ملازمین کی فہرست میں جن لوگوں کے نام ہیں۔ اُن میں مہربان علی صاحب و مختار علی صاحب کے والد وزیر علی صاحب اور اُن کے چچا امیر علی صاحب و احسان علی صاحب بھی ہیں اس سے ناظرین اُن کی حیثیت کا اندازہ کر لیں۔ ہم اگر کچھ بھی کہینگے تو شکایت ہوگی۔

شہاب الدین صاحب کا تحریری بیان ہے کہ مہربان علی و مختار علی صاحبان ذوالفقار علی صاحب کی غیر منکوحہ عورت سے ہیں اور خاندان میں خواص زادوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ (مقدمہ ۱۳۹ سنہ ۱۹۱۵ء)

اس موقعہ پر لفظ خواص کی تشریح اور اس کا کسی قدر مفہوم الفاظ ذیل سے ذہن میں آسکتا ہے۔ "یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ مہربان علی صاحب کے دادا میر غالب علی عرف میرن کی ماں خواص تھی پیشتر اس کے کہ اس کی شادی ہوئی۔" ناظرین ان الفاظ سے خواص کے معنی سمجھ لیں۔ دیوان شرف الدین علی خاں صاحب نے اپنے بیان تاریخی ۱۶ اگست سنہ ۱۹۲۱ء شمولہ مثل نمبری ۱۳۹ سنہ ۱۹۱۵ء میں ظاہر کیا کہ خواص زادوں کی کبھی منکوحہ عورتوں کی اولاد سے شادی نہیں ہوئی ہیں ستے اپنے والد و قاضی منیر الدین صاحب و میر شفیع حسین صاحب و دیوان سراج الدین علی خاں صاحب سے سنا ہے کہ "میرن

مہربان علی صاحب کے والد ماجد وزیر علی صاحب نے ایک درخواست میں خود اپنے کو "خواص زادہ تسلیم کرتے ہوئے ظاہر کیا کہ دیوان ذوالفقار علی صاحب کی اصل بی بی کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی ہم خواص زادے ہونے کی وجہ سے محروم رہے کیونکہ خواص زادے کبھی سجادہ نشین ہوئے ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔" (درخواست مشمولہ مقدمہ اپیل ۳۳ سنہ ۱۸۴۰ء)

ہمارے حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہماری نظر سے جناب دیوان سید غیاث الدین علی خاں صاحب مرحوم کی ایک تحریر گزرتی ہے جس میں انہوں نے جنرل منیجر کورٹ آف وارڈس سے ملازمین خاندان کی شکایت کے ذیل میں ظاہر کیا تھا کہ وہ لوگ بزمرۂ ملازمان تنخواہ پاتے ہیں لیکن میرے پاس حاضر نہیں ہوتے اور نہ میرے ہمراہ درگاہ شریف جاتے ہیں اور نہ میرے کسی کام میں شریک ہوتے ہیں۔ بغیر آدمیوں کے ہرج کار ہوتا ہے۔ اور اتنی گنجائش نہیں ہے کہ دوسرے آدمی نوکر رکھے جاویں۔ لہذا دیوان صاحب نے مطالبہ کیا تھا کہ یا تو ان کو ہر کام میں رہنے کی ہدایت کی جائے ورنہ ان کی تنخواہ بند کر کے ان کے بجائے دوسرے نوکر رکھے جاویں۔

ہے کہ جملہ ملازنان Illegitimate ال لیجی ٹی میٹ ہیں۔

دیوان غیاث الدین علی خاں صاحب سجادہ نشین مرحوم وقاضی منیر الدین صاحب وغیرہ نے ۱۸۸۵ء میں ایک خاندانی شجرہ محکمہ کورٹ آف وارڈس میں پیش کیا تھا۔ اس شجرہ میں ذوالفقار علی خاں کی ناجائز اولاد کے سلسلہ میں جن لوگوں کے نام درج ہیں وہ منور علی چاند۔ پیر محمد میرن (مہربان علی ومختار علی صاحبان کے دادا) ووزیرا (مہربان علی ومختار علی صاحبان کے والد وزیر علی جو وزیرا کے نام سے پکارے اور لکھے جاتے تھے) ہیں اور ان سب کیلئے بھی وہی لفظ Illegitimate ال لیجی ٹی میٹ لکھا ہوا ہے۔

دیوان شرف الدین علی خاں صاحب سجادہ نشین مرحوم کے دور میں جو فہرست گزارہ داران کورٹ آف وارڈس میں پیش ہوئی اس میں مہربان علی ومختار علی صاحبان کی والدہ کا نام اس ریمارک کے ساتھ درج ہے کہ "یہ بیوہ ذوالفقار علیخاں صاحب کی ناجائز اولاد میں سے ہے"۔

اسی سلسلہ میں ایک اور فہرست گزارہ داران پیش ہوئی تھی۔ جس میں خود مختار علی صاحب کا نام اس عنوان سے درج ہے کہ "ذوالفقار علی خاں صاحب کا ناجائز پڑپوتا"

(عرف غالب علی صاحب مہربان علی صاحب کے دادا) ناجائز اولاد تھے"
" ایک وقت میں ایک عورت خواص منکوحہ نہیں کہلائی جا سکتی" جس سے
اُن کا منشاء یہ ہے کہ " کوئی شخص خواص منکوحہ کی اولاد ہونے کا مدعی نہیں
ہوسکتا کیونکہ خواص نکاح سے قبل خواص رہتی ہے اور نکاح کے بعد وہ
خواص نہیں کہلائی جا سکتی لہٰذا اصطلاحاً خواص منکوحہ بے معنی لفظ ہے"
" موضع دلواڑہ کے دہ سالہ بندوبست کے نقشہ میں مہربان علی
صاحب کے بزرگ دیوان سید ذوالفقار علی صاحب کے لڑکے نہیں
دکھلائے گئے۔ حالانکہ ایک شریف بی بی کے بطن سے جو دو لڑکیاں
تھیں دکھلائی گئی ہیں" (اگر مہربان علی ومختار علی صاحبان کسی شریف
بی بی کے بطن سے ہوتے اور شریف اولاد ہوتے تو دکھلائے جاتے)
مہربان علی ومختار علی صاحبان اور اُن کے باپ دادا میں سے کسی کی
شادی کبھی خاندان پیرزادگان میں نہیں ہوئی۔

دیوان غیاث الدین علی خاں صاحب کی اس شکایتی رپورٹ
پر جو انہوں نے ملازمین کے متعلق کی تھی اور جس میں مہربان علی اور
مختار علی صاحبان کے والد وزیر علی صاحب بھی شامل تھے محکمہ کورٹ
آف وارڈس کا آفس نوٹ ہماری نظر سے گزرا اس نوٹ میں اُن
ملازمین یعنی وزیر علی صاحب وغیرہ کی حیثیت بتلاتے ہوئے لکھا گیا

سوء ظنی کی وجہ سے حضرت سلطان الہند نور اللہ مرقدہ کی نظر لطف و کرم ہم سے پھر جائے اور ہم مردود بارگاہ سلطانی ہو کر دین و دنیا کہیں کے نہ رہیں۔

من انچہ شرط بلاغ ست با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

خانقاہ

درگاہ شریف سے متصل ایک بڑی طویل و عریض عمارت خانقاہ کے نام سے مشہور ہے جس میں متعدد رہائشی مکانات بھی ہیں۔ یہ تمام مکانات جن پر خانقاہ کا اطلاق ہوتا ہے سجادگی سے متعلق اور سجادہ نشین کی منصبی جائداد مانے جاتے ہیں۔ اس کے مکانات میں بعض اوقات خود سجادگان نشین نے سکونت رکھی ہے اور عام طور پر سجادہ نشین کے لواحقین و ملازمین وغیرہ اُن کی اجازت سے رہتے آئے ہیں۔ مہربان علی و مختار علی صاحبان کے والد وزیر علی صاحب معاہدہ اطاعت کے بعد باجازت سجادہ نشین دیوان سید غیاث الدین علی خاں صاحب مرحوم اس میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھے (ملاحظہ ہو درخواست ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۸۹۰ء منجانب وزیر علی صاحب) جن کی اولاد خود اپنے بزرگوں کے معاہدات اور اقرار نامہ جات سے منحرف و روگرداں ہو کر خانقاہ

یہ تمام فہرستیں بعد تحقیقات جنرل منیجر کورٹ آف وارڈس نے مرتب کر کے ۱۹۱۴ء میں صاحب کمشنر ضلع کو بھیجی ہیں انہیں ہر جگہ لفظ ILLEGITIMATE ال لیجی ٹی میٹ درج ہے۔

ہم اس لفظ کے معنی کے متعلق اپنی یادداشت پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اینگلو رومن اردو ڈکشنری مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۰ء سے اس کے معنی نقل کرتے ہیں۔ اس ڈکشنری میں Illegitimate ال لیجی ٹی میٹ کے معنی۔ کم اصل۔ غیر منکوحہ سے پیدا شدہ۔ حرام زادہ۔ حرامی۔ ولد الزنا ولد الحرام۔ اور نطفہ حرام لکھے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۞ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۔

سجادہ نشین اور حضرت سلطان الہند کے جانشین کی نسبت تہمت تراشی و افترا پردازی کا یہی نتیجہ ہے ؎

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان برد

ہم تمام مسلمانان اجمیر و جملہ معتقدین و متوسلین آستانہ کو نہایت اخلاص اور دردمندی کے ساتھ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ان مخالفین کے فریب میں آکر حضرت سلطان الہند کے صاحب سجادہ کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی کا شکار نہ ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ سجادہ نشین کی نسبت

وراز جوئے خلدش بہ ہنگام آب | بہ بیخش شکر ریزی و شہد ناب
سرانجام جوہر بکار آورد | ہماں میوہ تلخ بار آورد

جناب شہاب الدین صاحب

ان کا ذکر سرکاری ریکارڈ میں بہت ہے اور کئی جگہ ہے۔ عدالتی ریمارک ہے۔ کہ "آپ کی حمایت و معاونت خدام صاحبان کی جانب سے بھی بہت کی گئی جو تمام معاملات اور تمام حقوق میں دیوان کے پشتینی دشمن چلے آتے ہیں۔" اگرچہ دیوان صاحب سابق کے زمانہ میں ممبری درگاہ کے موقعہ پر اور بجائے دیوان صاحب مرحوم مجالس پنجشنبہ وغیرہ میں شرکت کے موقع پر بڑے تشدد سے آپ کی مخالفت کی گئی تھی۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ چونکہ شہاب الدین صاحب نے متعدد اعزازی و مالی حقوق فروخت کر دینے اور معاہدہ نذر کو مبلغ پانچسو روپیہ سالانہ پر بحال و جاری رکھنے کا غالباً وعدہ کر لیا تھا۔ لہذا وہی پشتینی دشمن آپ کے بڑے معین و مددگار بن گئے تھے۔ آپ نے خادم صاحبان کو سازشی مدعا علیہم بھی بنا لیا تھا۔ (مقدمہ نمبر ۱۳۹ سنہ ۱۹۱۰ء) تاکہ کسی مناسب اسٹیج پر ان کی جانب سے آپ کے حق میں اقبال دعوی داخل کر دیا جائے اور اس طرح عدالت مرعوب ہو اور آپ کے لئے راستہ صاف ہو جاوے

پر نہ صرف مالکانہ قبضہ کا ارادہ کرنے لگی ہے (مقدمہ نمبر ۵ ۱۹۶۵ء) بلکہ مدعی سجادہ نشینی اور سجادہ نشین حال کے خلاف مخالفت میں پیش پیش بھی ہے۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ان حالات کی بنا پر یہاں تو قبضہ خانقاہ کا سوال درپیش ہے اور وہاں سجادہ نشینی کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ ع

ما در چہ خیالیم فلک در چہ خیال

اس موقع پر تفنن طبع کی غرض سے دل چاہتا ہے کہ سجادہ نشین حال کو مخاطب کر کے ہم فردوسی کے چند اشعار نقل کریں جن پر اگر صاحب موصوف عمل فرمائینگے تو ان کے جانشینوں کو وہ دشواریاں پیش نہ آئینگی جو خود ان کو اس وجہ سے پیش آ رہی ہیں۔ کہ سجادگان پیشین نے ان پر عمل نہیں کیا ؎

سر ناسزایاں برافراشتن | وزیشان امید بہی داشتن
سر رشتۂ خویش گم کردن است | بجیب اندرون مار پروردن است
ز بدگوہران بد نباشد عجب | نشاید ستردن سیاہی ز شب
ز ناپاک زادہ مدارید امید | کہ زنگی بہ شستن نگردد سپید
درختے کہ زشت ست وے را سرشت | گرش بر نشانی بباغ بہشت

موجودگی میں راما بائی سے اسی تاریخ میں نکاح کا اقرار کیا ہے لطف یہ ہے کہ دیوان سراج الدین علی خاں صاحب کا انتقال یکم نومبر ۱۸۶۰ء کو ہو چکا تھا گویا دیوان سراج الدین علی خاں صاحب کے انتقال کے پانچ ماہ دس یوم بعد نکاح ہوتا ہے اور دیوان صاحب مرحوم شرکت نکاح کیلئے عالم برزخ سے تشریف لاتے ہیں۔ ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

عدالتی طور پر بھی اس معاملہ شادی میں امور ذیل ہمیشہ قابل نزاع رہے۔ راما نے اپنا نام بعد قبول اسلام تبدیل نہیں کیا جو اس کو تبدیل کر لینا چاہیئے تھا۔ دیوان غیاث الدین علی خاں صاحب مرحوم نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ منیر الدین (شہاب الدین صاحب کے والد ماجد) کے گھر میں اس عورت راما (والدہ ماجدہ شہاب الدین صاحب) کا رہنا بدنامی کا باعث ہے۔

راما کے باپ کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ اور ظاہر طور پر اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ اس کی ماں کو مسلمان کر لیا گیا تھا۔ جس وقت اس کی لڑکی کی شادی ہوئی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو وہ فاحشہ تھی یا ناشادی شدہ ماں تھی جس کی تائید دیوان غیاث الدین علی خاں کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ " راما کا منیر الدین

لیکن بدقسمتی سے سب سے پہلے عدالت نے اسی سازش کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا اور یہ دعویٰ بھی کہ ہم سے انتخاب سجادہ نشین کے متعلق رائے لی جائے باطل ہونے کی وجہ سے خارج ہوا۔

عدالت کو عام طور پر یہ تسلیم رہا ہے کہ درگاہ حضرت خواجہ کے دیوان کو چونکہ ہندوستان کے عام مسلمان نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے سجادہ نشین میں ایسے اوصاف حمیدہ ہونے چاہئیں جن کو تمام دنیا پسند کرے۔ اور عزت کی نگاہ سے دیکھے اس معیار پر اگر شہاب الدین صاحب کو جانچا جائے تو معاملہ بالکل برعکس نظر آئے گا۔ اور یہ نقشہ آنکھوں میں پھر جائے گا کہ ع

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا

شہاب الدین صاحب ایک ہندو عورت راما کے بطن سے ہیں جن کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اُن کے والد نے اُس کے مسلمان ہونے کے چند دن بعد شادی کر لی تھی۔ اگرچہ جو نکاح نامہ پیش کیا گیا تھا اُس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور نہ اُس کو مستند دستاویز مانا گیا۔

نکاحنامہ کی تاریخ ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۲۸۲ھ ہے جس کی مطابقت ۱۰۔ اپریل ۱۸۶۶ء سے ہوتی ہے۔ اس میں شہاب الدین صاحب کے والد ماجد نے بوا جھ برادر مکرم دیوان سید سراج الدین علی صاحب اور اُن کی

نہیں ہے جن کے وقت میں دیوان کی حویلی بدمعاشوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔

حویلی کے متعلق حکام کا خیال صرف اسی قدر ہے لیکن باشندگانِ اجمیر اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ حکام کی طرح باشندگانِ اجمیر کو اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ شہاب الدین صاحب کو نجیب الطرفین ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے (حکام کے مثل اُن کو بھی تسلیم ہے کہ) شہاب الدین صاحب کی والدہ ماجدہ راما راجپوت نہیں تھی۔ اور کسی شریف گھرانے کی ہونے کے بجائے وہ ایک کمینہ گھرانے کی تھی۔

اگر مسلمانانِ اجمیر کے دلوں میں شہاب الدین صاحب کی کوئی توقیر وعظمت ہوتی اور رائے عامہ کے مطابق اُن کی پیدائش میں دھبہ نہ ہوتا تو وہ اپنے علاتی بھائی دیوان سید امام الدین علی خاں صاحب کی وفات کے بعد دیوان ہوتے (فیصلہ اے ٹی ہوم صاحب کمشنر اجمیر ۵ مارچ ۱۹۱۳ء)

دیوان شرف الدین علی خاں صاحب مرحوم جو جائز طور پر منتخب کئے گئے تھے وہ دور کے پھوپی زاد بھائی تھے جبکہ حسب دستور قدیم مرحوم دیوان کا قریبی رشتہ دار دیوان ہوا کرتا ہے۔

بہرحال شہاب الدین صاحب کے متعلق عدالتی ریکارڈ میں جو کچھ درج ہے اس سے بہت زیادہ عام طور پر لوگ اُن کی نسبت جانتے

کے گھر میں رہنا بدنامی اور بے عزتی کا باعث ہے" کپتان ہربرٹ کے سامنے دیوان امام الدین علی خاں صاحب کا بیان ہے" کہ راما کو اس کے باپ نے گھر میں ڈالا ہوا ہے" یعنی منکوسہ بی بی سے وہ علٰحدہ ہے یا صاف لفظوں میں یوں کہو کہ وہ منکوحہ بی بی نہیں تھی بلکہ ویسے ہی گھر میں ڈالی ہوئی تھی۔

مہربان علی صاحب کا بیان ہے" کہ شہاب الدین ناجائز اولاد ہے والدہ شہاب الدین کا نکاح اس کے باپ سے نہیں ہوا۔ راما تاحیات مذہباً ہندو رہی" (مقدمہ نمبر ۱۳۹ ۱۹۱۱ء دیوانی)

نکاحنامہ کی عبارت اور راما کی پوزیشن کے متعلق سوال قائم کر کے علمائے کرام سے فتوے طلب کیا گیا تھا۔ جواب ملا کہ راما ہندو تھی۔ اور نکاحنامہ غیر معتبر۔

یہ بات بھی ثابت ہے کہ شہاب الدین صاحب نے ایسے خاندان میں رشتے کئے ہیں جو پیرزادہ نہیں ہیں۔

حکام مقامی اس نتیجہ پر پہنچنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اجمیر کا ہر شخص جانتا ہے کہ شہاب الدین صاحب میں کوئی خاص قابلیت بلحاظ دانائی فہم و فراست تعلیمی یا اخلاقی حیثیت ایسی نہیں ہے جو ان کے پیدائشی نقائص کو پورا کر سکے۔ ان کے لئے حکام کے دل میں کوئی وقعت

شگوفہ نامی لایعنی رسالہ کی تردید میں چند سطریں

اگرچہ رسالہ نہ صرف اپنے مضمون مفہوم بلکہ اپنے نام کے لحاظ سے بھی مشتہرین اور اُن کے شریک تصنیف ہمنواؤں کی مبتذل اور بازاری ذہنیت کا عکس و فوٹو اور اُس کا مضمون اپنی تردید آپ ہے اجمیر کے سنجیدہ حلقوں اور معقول افراد کی تو اس بے معنی۔ کذب و افترا تحریفات و تصرفات کے پشتارہ کے متعلق وہی رائے ہے جو خود اس کے ناقابل التفات مشتہرین کی حیثیت اور اُن کی حالت سے عیاں ہے حقیقت بیں نگاہوں اور نکتہ رس نظروں نے اس سراب صفت طوفان سے کوئی دھوکہ نہیں کھایا اور انہوں نے محسوس کرلیا کہ اسکی کُل کائنات چند جھوٹے سچے غیر متعلق اور تحریف کئے ہوئے نقشے ہیں جن سے مشتہرین نے عوام کو دھوکہ دینا اور مسلمانوں میں افتراق پھیلانا چاہا ہے۔ تاہم اس پردہ میں اٹھارہ ناکام امیدواران سجادگی معہ متعلقین و ہمنوایان چند درگاہ بازار کے دوکاندار اور خود سجادہ نشین کے پشتینی مخالفین کا ایک بڑا کثیر انبوہ اس موقعہ پر بھی درپردہ سجادہ نشین حال کے خلاف کارفرمائی میں پیش پیش اور پروپگنڈہ میں برابر کا سہیم و شریک ہے جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں ظاہر بیں اس طوفان

ہیں۔ اس لئے ہم بھی اس تکلیف دہ سلسلہ کو ختم کئے دیتے ہیں جس کو ہم نے انتہائی مجبوری کی حالت میں بادل ناخواستہ شائع کیا ہے چونکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب تمام لوگوں کو یہ حالات معلوم ہو جائیں گے تو پھر اُن کی کوئی مخالفت سجادہ نشین حال کے حق میں موثر اور اُن کی کوئی تحریر عدالتی فیصلوں کے متعلق پبلک کو غلط فہمی میں نہ ڈال سکے گی اور وہ مسلمانوں میں کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کر سکیں گے۔

کر دیا تاکہ مسلمانوں میں افتراق و فتنہ برپا ہو جائے اور سجادہ نشین حال کے خلاف جس قدر بھی فضا پیدا ہو سکے اور جس قدر بھی اُن کی شہرت کو نقصان پہنچ سکے اسی سے دل ٹھنڈا کیا جائے۔

مشتہرین نے بڑی فیاضی اور دریا دلی سے کام لے کر ایک سَو روپیہ کا انعام مشتہر کیا ہے لیکن اس میں بھی بڑی فطرت رکھے گئے ہیں۔ ناظرین نوٹ کر لیں کہ اس رسالہ میں جو نقشے دیئے گئے ہیں یا جو باتیں لکھی گئی ہیں۔ اُن میں سے کسی کو غلط ثابت کرنے سے یہ انعام مشتہرین سے نہیں مل سکے گا۔ بلکہ کچھ اور کاغذات جن کو مشتہرین نے اپنے عیوب کی طرح مخفی کیا ہوا ہے فردائے قیامت تک شائع ہونگے اُس کے شائع ہونے کے بعد اگر اس سب اگلے پچھلے ذخیرہ کو غلط ثابت کر دیا جاویگا تب کہیں مشتہرین کی رگ حاتمی جوش میں آئیگی۔ دریائے سخاوت میں موجیں اٹھیں گی اور وہ مبلغ یکصد روپیہ سکہ گورنمنٹ بطور انعام مرحمت فرمائیں گے۔ ملاحظہ ہو شگوفہ صفحہ ۸۔ سچ ہے۔ ع

پرستار زادہ نیاید بکار

ناظرین فردوسی کے تجربہ کی داد دیں جو لکھ گیا ہے۔ ع

ز ناپاک زادہ مدارید امید

اس کے بالمقابل ہم مشتہرین اور اُن کے تمام ہمنواؤں کو چیلنج

سے متاثر نہ ہو جائیں اور مخالفت کا یہ تلاطم اور مخالفین کی اتنی کثرت عوام کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ اس لئے چند سطریں بطور اظہار حقیقت قلمبند کر کے شائع کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انہی نقشوں کی بنا پر جواب بصورت رسالہ شگوفہ شائع کئے گئے ہیں شہاب الدین صاحب نے آج سے کم و بیش دو سال پہلے ایک مقدمہ نمبر ۲۹ فوجداری میں دائر کیا تھا کہ سجادہ نشین حال جعلی شجرہ پیش کر کے اور دھوکہ دیکر سجادہ نشین ہو گئے یہ مقدمہ معہ اپیل نمبر ۲۰ علی الترتیب ۲۹، ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء کو عدالت ابتدائی سے اور اس کا اپیل ۸ مئی ۱۹۲۵ء کو ہائیکورٹ سے خارج ہو چکا ہے۔ وہاں سے ناکام ہونے پر اب تقریباً دو سال بعد اس مواد کو پبلک میں اس غرض سے پیش کیا گیا ہے کہ سجادہ نشین حال کے خلاف فضا پیدا کر کے مقدمہ کے نام اور مظلومیت کے حیلے سے معتقدین آستانہ کی جیبیں خالی کی جاویں لیکن پبلک نا سمجھ نہیں ہے جیسا کہ مشتہرین اور ان کے ہمنواؤں نے اس کو سمجھ رکھا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس قسم کے معاملات میں کھوٹے کھرے کے تصفیہ کی جگہ عدالت ہی ہو سکتی ہے لیکن مشتہرین نے یہ سمجھ کر کہ ان نقشوں میں کوئی وزن نہیں ہے اور عدالت میں بھی اس فریب آمیز جھوٹ کا تار پود بکھر چکا اب اس کو شائع

تو وہ ہر امیدوار پر عائد ہو سکتا ہے جس میں مشتہرین بھی برابر کے شریک ہیں۔

مشتہرین نے صفحہ ۲ پر لکھا ہے کہ سجادہ نشین حال نے کوئی شجرہ بندولبست مصدقہ عدالت از سید مسیح اللہ تا آل رسول پیش نہیں کیا ہمارا یقین ہے کہ گانا ہیڑہ دلواڑہ اور موضع دھولکوٹ کے مصدقہ کاغذات و کیونڈش صاحب کی تحقیقات کے بعد بھی مشتہرین کا یہ لکھنا شرمناک اور دلیرانہ جھوٹ کی ایسی مثال ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور یہ لکھنا کہ صرف معین الاولیاء پر اکتفا کیا گیا ایک اور صریح جھوٹ ہے۔ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ معین الاولیاء پر ثبوت کا حصر نہیں کیا گیا بلکہ وہ تو تقریباً چوتھے درجہ میں بطور ایک تائیدی ثبوت کے مانی گئی ہے اور ایسے شخص کی تصنیف ہے جو ضلع اجمیر کا ڈپٹی کلکٹر کاغذات بندولبست و مال کا ماہر اور خود سجادہ نشین حال کا پیش رو سجادہ نشین تھا۔

مشتہرین نے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ نقشہ نمبر (۱۰) مکمل شجرہ اولاد ہے سجادہ نشین حال اور ان کے بزرگوں نے جاگیر دلواڑہ وغیرہ میں سے کوئی حصہ یا گزارہ نہیں پایا۔ خاندان دیوان سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ رشتہ نہیں ہوا۔ درگاہ شریف کے حقوق میں سے ان کو کچھ نہیں ملا۔ دیوان شرف الدین علی خاں صاحب نے بیان کیا کہ ان کا تعلق اس خاندان سے نہیں ہے۔ اس عبارت میں مشتہرین نے سجادہ نشین حال کے متعلق

دیتے ہیں کہ اگر وہ اس رسالہ سے یا اُن تمام کاغذات سے جو ان کے پاس محفوظ ہیں یا جو وہ آیندہ حاصل کرسکتے ہیں۔ عدالت میں سجادہ نشین حال کو راجپوت ثابت کردیں تو ہم اُن کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے مشتہرین اور تمام مخالفین ثابت کرنے کے بعد حقدار ہوجائیں گے کہ ہم سے ذریعہ عدالت ایک ہزار رقم انعام وصول کرلیں لیکن اگر ثبوت مکمل ہونے کی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو چیلنج قبول کرنے والے مدعی کو مبلغ تین سو روپیہ قانوناً ادا کرنے ہونگے جو مسلمانان شہر کی رائے سے تبلیغ اسلام کے کاموں میں صرف کئے جاویں گے۔

مشتہرین نے رسالہ کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ عدالت دیوانی میں دعویٰ حق سجادگی دائر تھا اور تحقیقات و کارروائی ضابطہ ہورہی تھی کہ کمشنر صاحب سے تقرر سجادگی کی درخواست کردی گئی۔ یہ بالکل صحیح واقعہ ہے کہ درخواست کی گئی اور عدالتی ریکارڈ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ کہ اس قسم کی درخواست تمام امیدواروں نے کی تھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس عبارت سے وہ الزام کس پر دینا چاہتے ہیں تنہا سجادہ نشین حال اس قسم کی درخواست کرنے والے نہ تھے۔ بلکہ خود مشتہر اکبر حسین صاحب اور دوسرے مشتہر کے بھائی مہربان علی صاحب بھی تھے۔ اگر اس عبارت سے کسی خاص شخص پر الزام دینا مقصود ہے

تک سلسلہ نسب ثابت ہے سید مسیح اللہ کے لڑکے سید شاہ علی دکھلائے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے دو اور لڑکے سید فضل علی و سید کلب علی بھی تھے جن کی اولاد سے سجادہ نشین حال ہیں۔ اور جن کا ثبوت کاغذات مصدقہ بندوبست گانا ہیڑہ۔ دلواڑہ اور کیونڈش صاحب کی تحقیقات اور کاغذات مصدقہ بندوبست دھولکوٹ سے ہو چکا ہے اور یہاں تک ثبوت مل چکا ہے کہ جاگیر گانا ہیڑہ دلواڑہ میں فضل علی و کلب علی کے حصے ان کے بھائی اور بھتیجے شاہ علی و نوازش علی کے قبضہ میں تھے اور ان کی اولاد دھولکوٹ میں آباد ہے۔ اور انہوں نے ان کے بجائے دستخط کئے۔ اسی شجرہ سے ثابت ہو گیا کہ سجادہ نشین حال سلسلہ اولاد حضرت خواجہ بزرگ میں داخل ہیں اور ان کے بزرگوں نے جاگیر گانا ہیڑہ و دلواڑہ وغیرہ میں اپنے بھائی اور بھتیجے کی وساطت سے حصہ پایا ہے۔

مشتہرین کا یہ لکھنا کہ سجادہ نشین حال کا خاندان دیوان سے تعلق نہیں رہا۔ رشتہ نہیں ہوا ان کے حافظہ کے فقدان کی دلیل ہے

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

سجادہ نشین حال سے خاندان پیرزادگان میں رشتہ داری اور تعلقات قرابت موجود ہیں لیکن اگر مشتہرین کو کسی مخصوص حویلی ہی

پانچ باتیں بطور اعتراض لکھی ہیں جن پر ہم نے نمبر دیدیئے ہیں یہ مشتہرین کی قابلیت ہے کہ اس مختصر مفہوم کو نہایت پیچیدہ عبارت میں اور مکرر سہ کرر لکھ گئے ہیں۔

مشتہرین نے نقشہ نمبر ۱ کو مکمل شجرہ اولاد ظاہر کیا ہے جس کے مستند و مصدقہ ہونے کا ثبوت شاید آئندہ رسالہ کے لئے محفوظ رکھ لیا گیا ہے تاہم اس سے مشتہرین کو کوئی خاص فائدہ اور سجادہ نشین حال کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ اس شجرہ میں دیوان سید ذوالفقار علی کے تحت میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ان کی اولاد اجمیر میں موجود ہے ہم مانتے ہیں کہ موجود ہے لیکن غیر شریف البطن سے ہے ال یعنی ٹی میٹ ہے اور استحقاق سجادہ نشینی کے لئے شریف البطن یعنی ٹی میٹ اور نجیب الطرفین ہونا ضروری ہے۔ دیوان امام الدین علیخاں صاحب ولد کے تحت میں لکھا ہے کہ انکے برادران اجمیر میں موجود ہیں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ موجود ہیں جن کی زیارت درگاہ بازار کی دو کانوں پر ہر وقت کی جا سکتی ہے لیکن وہ جیسے ہیں اس کی سرگذشت ناظرین اب پڑھ چکے اور مشتہرین پہلے سے واقف ہیں اور عدالت میں خود مہربان علی صاحب ان کے خلاف بہت کچھ ثابت کر چکے ہیں۔

اس شجرہ میں حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے سید مسیح اللہ

کے لئے ظاہری تائیدات ونمائشی اعانتوں کی بجائے یہی کافی ہے
کہ وہ حق ہے اور حق ہوکر لاکھوں لازوال باطنی تائیدیں اور غیبی امدادیں
اس کو میسر آجاتی ہیں۔ مخالفوں کی بڑی سے بڑی مخالفت عین موقع
پر اس کے لئے سب سے بڑی موافقت بن جاتی ہے ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

مشتہرین نے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ بعد تقرر آل رسول صاحب
دیگر وارثان کو عدالت دیوانی کی چارہ جوئی سے بھی محروم رکھدیا گیا۔
معلوم نہیں کہ دیگر وارثان کو محروم کرنے والا کون شخص ہے جس کی مشتہرین
شکایت کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ محرومی کے لئے اس قسم کا کوئی حق
سجادہ نشین حال کو ہو نہیں سکتا۔ کمشنر صاحب نے عدالت دیوانی میں
چارہ جوئی کے لئے کوئی امتناعی حکم دیا نہیں۔ بلکہ ناکام مدعیان سجادگی
نے سجادہ نشین حال کے تقرر کے بعد عدالت دیوانی کی جانب رجوع کیا۔
لیکن شومئ بخت کہ وہی عدالت دیوانی جس کو ناکام مدعیان اپنا مرجع
امید و کامیابی سمجھے ہوئے تھے ان کے حق میں کوئی مفید قدم نہ اٹھا سکی
اور خود اس نے قرار دیدیا کہ اس معاملہ کی سماعت کا حق لوکل گورنمنٹ
کو تھا۔ ہم کو اختیار سماعت حاصل ہے نہ ہم لوکل گورنمنٹ کے حدود
اختیارات میں دخیل ہوسکتے ہیں۔ اسکی اپیل ونگرانی وغیرہ سب خارج ہوچکی۔

میں تعلق و رشتہ کا شوق ہے تو وہ بھی اس طرح قائم ہو چکا کہ سجادہ نشین حال سجادہ نشین آستانہ ہو گئے۔ اور اس طرح سابق سجادہ نشین سے اُن کے رشتہ اور تعلق کا اثبات ہو گیا۔

درگاہ شریف کے حقوق میں حصہ نہ ملنا بھی کوئی وزنی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس میں اجمیر و دھولکوٹ کا بعد حائل تھا۔ یہ اعتراض البتہ بظاہر حالات اور ناواقفین کے لئے وزنی ہو سکتا ہے کہ دیوان سید شرف الدین علی خاں صاحب نے سجادہ نشین حال سے ناواقفیت کا اظہار کیا۔ لیکن واقفکار جانتے ہیں اور عدالتی ریکارڈ سے اس کا ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ سید شرف الدین علی خاں صاحب مرحوم نہایت سیدھے سادے اور حالات و فضا سے بغایت متاثر ہو جانیوالے بزرگ تھے وہ تمام تر شہاب الدین کے قبضے میں تھے اور اپنی زندگی بھر جو کچھ کر سکتے تھے وہ انہوں نے شہاب الدین کی سجادہ نشینی کے لئے کیا لیکن جس طرح شہاب الدین کے حق میں اُن کی تمام تائید اور مدد اعمر کی سعی بیکار رہی اسی طرح اگر سجادہ نشین حال کے حق میں اُنکی صرف ناواقفیت بیکار ہو گئی اور اُن کے حق کو زائل نہ کر سکی تو کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔ مخالفین کو اس واقعہ سے یہ درس عبرت لینا چاہئے کہ حق کا درجہ کسی کی تائید و عدم تائید دونوں سے بالاتر ہوا کرتا ہے اس

آئیں اور اس چیلنج کو قبول کریں۔ لیکن اگر ثبوت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو چیلنج قبول کرنے والے مدعی کو مبلغ تین سو روپیہ قانوناً ادا کرنے ہوں گے۔ جو مسلمانان شہر کی رائے سے یتیم خانہ میں صرف کئے جائیں گے۔

نقشہ نمبر ۲ بدقسمتی سے مخالفین کے لئے نقشہ نمبر ا کے مثل کارآمد نہیں ہے۔ تاہم اس کے متعلق بھی ہم تمام مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر یہ ثابت کر دیا جاوے کہ اس نقشہ کی کوئی آراضی یا عمارت سجادہ نشین حال تک منتقل ہو کر ان کے قبضہ میں آئی ہے تو ہم اس پر بھی مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ گورنمنٹ انعام دینگے۔ ثابت کرنیوالے حقدار ہونگے کہ ہم سے یہ انعام بھی ذریعہ عدالت وصول کر لیں لیکن اگر چیلنج قبول کرنے والے مدعی کا عدالتی ثبوت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو مبلغ تین سو روپیہ قانوناً ادا کرنے ہونگے جو مسلمانان شہر کی رائے سے انجمن ناظر اوقاف کے کاموں میں خرچ ہونگے۔

نقشہ نمبر ۳ لغایت نمبر ۸ میں جو تحریفات اور رائے زنی منجانب مشتہرین کی گئی ہے وہ قطع نظر اس سے کہ سجادہ نشین حال کیلئے کسی مضر مواد پر مشتمل نہیں ہے اس کی توضیح اور اس کے متعلق ہم کسی تشریح کو مناسب خیال نہیں کرتے اور اس تمام ذخیرہ کو خاص وقت

اب ہم اُن نقشہ جات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو مشتہرین و ہمنوایانِ مشتہرین کی تمام دوا دوش اور خدا جانے کن کن امیدوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

مشتہرین نے ان نقشہ جات کی توضیح جس قدر لچر الفاظ اور مہمل عبارت میں کی ہے اُس سے علاوہ اس کے کہ اُن کی تحریری ناقابلیت کا راز فاش ہو جاتا ہے وہ مفہوم بھی ذہن سے نکل جاتا ہے جو نقشہ جات کے معائنہ سے سمجھا ہوا ہوتا ہے۔

نقشہ نمبر ا یہ نقشہ تمام تر مخالفین کی امیدوں کا مرکز اور حاصل کتاب ہے۔ اس لئے کہ اس میں لفظ راجپوت درج ہے جس کے ساتھ کذب و تحریف کی آمیزش کر کے ایک سر بفلک عمارت کھڑی کر دی گئی ہے اس نقشہ نمبر ا کے متعلق ہم مشتہرین اور اُن کے تمام ہمنواؤں کو چیلنج دینا چاہتے ہیں کہ اگر اس کے کل اندراجات نام۔ قومیت ولدیت۔ آراضی وغیرہ وغیرہ کسی ایک اندراج کا بھی کسی قسم کا تعلق وراثتاً سجادہ نشین حال سے ثابت کر دیا جائے تو ہم مبلغ ایک ہزار روپیہ سکہ گورنمنٹ ان کو انعام دیں گے۔ اور تعلق ثابت کرنے والے مجاز ہونگے کہ یہ انعام ہم سے ذریعہ عدالت قانوناً وصول کر لیں۔ کہاں ہیں ناکام مدعیان سجادگی۔ کدھر ہیں؟ مخالفین سجادہ نشین حال!

کیا گیا ہے۔ اُس میں گھیسو خاں ونصیر علی راجپوت کو بھائی بھائی بتلایا ہے۔ اور اُن کی جاگیر سجادہ نشین حال تک منتقل ہونا ظاہر کیا ہے۔ ہم اس پر بھی نہایت بلند آہنگی کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں کہ اگر گھیسو خاں و نصیر علی راجپوت کو بھائی ثابت کر دیا جائے اور ان میں سے کسی ایک کی جاگیر و جائداد کا بھی سجادہ نشین حال کے قبضہ میں ورثتًا آنا ثابت کر دیا جائے تو ہم مبلغ ایک ایک ہزار روپیہ سکہ گورنمنٹ انعام دینگے ثبوت پیش کرنیوالے مجاز ہونگے کہ ان دونوں باتوں کو ثابت کرکے ہم سے دو ہزار روپیہ یا ان میں سے کوئی ایک بات ثابت کرکے ہم سے ایک ہزار روپیہ انعام ذریعہ عدالت وصول کرلیں لیکن اگر ثبوت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے مقدمہ خارج ہوا تو چیلنج قبول کرنے والے مدعی کو دونوں باتیں ثابت نہ ہونے کی صورت میں مبلغ چھ سو روپیہ یا ان میں سے کسی ایک بات کا ثبوت نہ ہونے کی حالت میں مبلغ تین سو روپیہ قانونًا ادا کرنے ہونگے جو مسلمانانِ شہر کی رائے سے تعلیم اسلام اور مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد میں صرف کئے جائیں گے۔

مشتہرین نے موضع دلواڑہ کے متعلق ایک شجرہ نمبر ۹ پیش کیا ہے جو سید عطاء اللہ سے شروع ہو کر سید رضا حسین لاولد پر ختم ہو جاتا ہے اس میں سید مسیح اللہ کی اولاد میں سے صرف سید شاہ علی دکھلائے

کے تئے محفوظ رکھتے ہیں۔ البتہ اس قدر اشارہ کر دینا چاہتے ہیں کہ مشتہرین
نے نقشہ نمبر ا و ۲ کے ساتھ نقشہ نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ کو شامل کر کے نقشہ
نمبر ۳ تا ۶ کے خانہ کیفیت کی عبارت کا اطلاق نمبر ا و ۲ پر کر دیا ہے اور
اس طرح عام مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ حالانکہ نقشہ نمبر ا و ۲ کے
خانہائے کیفیت بالکل خالی ہیں اور ان میں کوئی شرط وراثتاً انتقال
وغیرہ کے متعلق درج نہیں ہے۔ اس کے ماسوا کاغذات بندوبست
و مال سے واقفکار اصحاب جانتے ہونگے کہ جائداد سکنی کا اخلخارج
کاغذات مال میں نہیں ہوا کرتا۔ اور جبکہ نقشہ نمبر ا و ۲ کی آراضی جائداد
سکنی ہے اور مثل نقشہ نمبر ۳ لغایتہ ۶ کے دوہلی معافی نہیں ہے
تو اس کے انتقال کے معنی کیا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ نقشہ نمبر ا و ۲ کے
خانہائے کیفیت خالی ہیں اور ان میں کوئی شرط درج نہیں ہے۔
مشتہرین کا مقصد ان غیر متعلق نقشہ جات کی آمیزش اور خلط سے
صرف یہ ہے کہ کسی طرح ایک غیر متعلق نقشہ میں جو لفظ راجپوت درج
ہے اس کو دوسرے متعدد نقشہ جات کے ساتھ ملا کر سب پر راجپوت
کا اطلاق کر دیا جائے۔

نقشہ نمبر ۷ مشتہرین نے نقشہ نمبر ۱ تا ۶ سے مرتب کیا ہے قطع نظر
اس کے کہ نقشہ نمبر ۷ سابقہ غلط در غلط اور غیر متعلق نقشوں سے مرتب

گوت برسوال کی تشریح

شگوفہ کے نقشہ نمبر ۳ میں قوم سید کے بعد ایک لفظ گوت برسوال
لکھا ہوا ہے۔ اس کو مشتہرین نے غیر متعلق نقشہ نمبر ا کے راجپوت کے
ساتھ جوڑنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگر مشتہرین کو یہ تحقیق ہو جاتا کہ
یہ لفظ گوت برسوال کوئی مضر چیز اپنے معنی کے لحاظ سے کوئی پرخطر شے یا
راجپوت قوم کی گوتوں میں سے کوئی گوت ہے تو وہ اس کے لئے ایک دو صفحہ
ضرور سیاہ کر دیتے اور صرف اس چلتے ہوئے اور سرسری استفسار پر
ہرگز بس نہ کرتے کہ سیدوں میں بھی کوئی گوت برسوال ہوا کرتی ہے ؟
ایسی حالت میں کہ مشتہرین نے اس لفظ کی کوئی تشریح نہیں کی اور
کافی جدوجہد کے باوجود بھی اُن کے مفید مطلب کوئی معنی اُن کو نہ مل سکے
ہم پر اس کی جواب دہی وصفائی ضروری نہیں رہتی۔ تاہم مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ اس کی ضروری تشریح و کیفیت سے ناظرین کو باخبر کر دیا جائے
تاکہ مخالفین کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ گوت برسوال جہاں
تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے۔ راجپوتوں کی کوئی گوت نہیں ہے۔
راجستان رتناکر ایک ہندی کتاب اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔
اس میں قوم راجپوت کی گوتیں لکھی ہوئی ہیں۔ خوش قسمتی سے ان میں

گئے ہیں۔ اور سید فضل علی اور سید کلب علی کا نام نہیں ہے۔

اس شجرہ پر نہ تو تاریخ و سنہ تحریر ہے اور نہ کسی حاکم کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ تاہم ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم حریف کی کسی کوتاہی یا کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر کسی اعتراض سے اغماض اور جواب سے پہلوتہی کر جائیں۔

ناواقف مشتہرین کو ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ شجرہ نمبر ۹ ۱۸۴۷ء کا ہے اس سے قبل ۱۸۳۱ء میں کیونڈش صاحب کی تحقیقات ہوئی تھی جس میں سید مسیح اللہ کے تین لڑکے سید شاہ علی و سید فضل علی و سید کلب علی ثابت ہو چکے تھے۔ اور ہر دو آخر الذکر کے متعلق یہ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ دھولکوٹ میں آباد ہیں اور اُن کا حصہ اُن کے حقیقی بھائی سید شاہ علی اور بھتیجے نوازش علی کے قبضہ میں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سید فضل علی و سید کلب علی کا حصہ اُن کے بھائی اور بھتیجے شاہ علی و نوازش علی کو بزمانہ تحقیقات کیونڈش صاحب قبل از دہ سالہ تفویض کر دیا گیا تھا۔ اور وہ اُن کے حصہ کیلئے ذمہ دار ہو چکے تھے تو اب بعد کے شجروں میں سید فضل علی و سید کلب علی کے ناموں کا اندراج نہ ہو تو مضائقہ کیا ہے سید شاہ علی و سید نوازش علی کا نام آجانا ہی کافی اور گویا خود اُن کا نام آجانا ہے۔

تصدیعہ خدمت یہ کہ ایک قابل اور لائق مورخ کی حیثیت سے
جناب کو ایک تکلیف دی جاتی ہے۔ امید کہ جناب جواب سے سرفراز فرماکر
ممنون منت فرمائیں گے۔ جناب کو راجپوت قوم کے متعلق کافی معلومات
ہونگی۔ اس وقت مجھے قوم راجپوت کی گوتوں کے متعلق جناب سے یہ استفسار
کرنا ہے کہ اس قوم میں کُل گوتیں کتنی ہوتی ہیں۔ اور گوت برسوال راجپوتوں
کی کوئی گوت ہے یا نہیں۔ نیز یہ کہ عام طور پر گوت کن کن مقاصد سے تحریر
کیا جاتا ہے اور اگر کسی سید کے نام کے ساتھ گوت برسوال لکھا ہوا ہو تو
آپ کے خیال میں اس کا منشاء کیا ہونا چاہیئے۔ امید کہ جناب تکلیف فرماکر
جواب سے مطلع فرماوئیں گے۔ فقط محی الدین عفا اللہ عنہٗ

جواب

آپ کا خط مورخہ ۲۷۔ اپریل ۱۹۲۶ء کو وصول ہوا۔ جواباً گذارش ہے
کہ راجپوتوں میں سینکڑوں گوت یا کہانیں ہوتی ہیں۔ جہاں تک مطالعہ
کی رُو سے کُلی اطمینان کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ راجپوتوں میں برسوال
کے نام کا گوت کوئی پایا نہیں گیا۔ جن ناموں کے اخیر میں وال لفظ
لگتا ہے وہ اس گاؤں یا قصبہ یا شہر کا رہنے والا بتلاتے ہیں۔ جیسے
کھنڈیل وال کھنڈیلہ کے رہنے والے خواہ کوئی قوم ہو۔ جیسے کہ مہاجنوں

گوت برسوال کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔

موضع دھولکوٹ ضلع گوڑگانوہ کے باشندگان سب کے سب قریب قریب قوم راجپوت ہیں ان سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ راجپوتوں میں کوئی گوت برسوال نہیں ہوتی اور بالخصوص اس موضع میں اس نام کی کوئی گوت نہیں ہے۔ باشندگان دھولکوٹ کا بیان ہے کہ نہ صرف ہم بلکہ ہمارے معمر بزرگ تک اس نام کی کسی گوت سے واقف نہیں ہیں ملاحظہ ہو خط باشندگان دھولکوٹ بصفحہ ۶۱

ان سب سے زیادہ وزنی اہم قطعی اور فیصلہ کن رائے وہ ہے جو اس لفظ گوت برسوال کے متعلق ہمارے معزز دوست قابل و لائق مصنف اور راجپوتانہ کے مشہور نامور مورخ جناب رائے بہادر پنڈت گوری شنکر ہیرا چند صاحب اوجھا بی۔اے لائبریرین وکٹوریا ہال اور سپرنٹنڈنٹ میوزیم اجمیر نے ہمارے استفسار پر کافی تحقیق وتلاش کے بعد ایک خط کے ذریعہ ظاہر فرمائی ہے۔ امید کہ اس خط وکتابت کی اشاعت کے بعد ناظرین اس لفظ کے متعلق ایک قطعی رائے قائم کرسکیں گے۔

عنایت فرمایم جناب رائے بہادر پنڈت گوری شنکر صاحب اوجھا بی۔اے سپرنٹنڈنٹ میوزیم اجمیر تسلیم!

موجود ہے۔ اور اگوت برسوال کا کہیں نشان بھی نہیں ہے اگر یہ لفظ
جزوِ ذات ہوتا تو ہر نقشہ میں بالالتزام لکھا جاتا جیسا کہ لفظ سید ہر نقشہ
میں لکھا گیا ہے۔ یہ اس بات کی قطعی اور واضح دلیل ہے کہ یہ لفظ (گوت
برسوال) جزوِ ذات نہیں ہے۔

اس وقت نقشہ نمبر ۳ سے ماقبل و ما بعد کے متعدد نقشہ ہمارے
پیش نظر ہیں اور خود رسالہ شگوفہ میں جو تین نقشہ نمبر ۴ و ۵ و ۶ درج ہیں جن کو دیکھ کر
ہر شخص اس امر کا اطمینان کر سکتا ہے کہ لفظ سید ہر نقشہ میں لکھا ہوا ہے اور
گوت برسوال کسی ایک میں بھی بجز نقشہ نمبر ۳ نہیں ہے۔

ایک جگہ نقشہ نمبر ۴ میں لفظ سید کے بعد گوت بخاری لکھا ہے جو اس
بات کی زبردست تائید اور قرینہ بن سکتا ہے کہ گوت برسوال اور گوت بخاری
دونوں سکونت کے لحاظ سے لکھے گئے ہونگے۔

اب یہ کہ نقشہ نمبر ۳ میں لفظ سید کے بعد گوت برسوال اور نقشہ نمبر ۴
میں پھر اسی لفظ سید کے بعد گوت بخاری خواہ سکونت ہی کے لحاظ سے
سہی کیوں لکھا گیا اور کس نے لکھوایا اور اس قسم کے نقشوں میں ایسے الفاظ
کی موجودگی و اندراج سے اس شخص پر جس کا ان نقشوں سے تعلق ہو کیا
ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان سب سوالات پر کسی خاص موقع پر روشنی ڈالی
جاویگی۔ اور ان اہم ترین پوائنٹس کے ذریعہ جو مصلحتاً مخفی رکھے گئے ہیں

میں اوسوال اوسیا کے باشندہ ہیں۔ ایسے ہی اگر برسوال گوت ہے یا اگر
کسی مسلمان کے ساتھ برسوال لگا ہوا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس
کے بزرگان وموزشان برس یا برسا کے گاؤں کے رہنے والے ہیں
اس لفظ سے قوم وذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف اسکی سکونت
کا لفظ ہے۔ اور اس سے کوئی قسم کا بار ذات پر نہیں ہے۔ فقط
دستخط بخط انگریزی گوری شنکر۔ ایچ۔ اوجھا

مسٹر اوجھا کی تحقیق کی صحت پر ایک زبردست قرینہ یہ ہے کہ اگر یہ
لفظ گوت برسوال راجپوتوں کی کوئی گوت ہوتا یا راجپوت قوم کی جزو یا شاخ
ہوتا تو نقشہ نمبر ۳ میں اس کے پہلے لفظ راجپوت ضرور درج ہوتا کیونکہ
جزو یا شاخ کے پہلے کل یا اصل کا وجود ضروری ہوتا ہے جیسا کہ کاغذات
مال کا دستور ہے کہ ان میں اولاً قوم اور اس کے بعد اس کی گوت درج
ہوا کرتی ہے۔ ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ نقشہ نمبر ۳ میں اس لفظ گوت برسوال
سے پہلے لفظ سید موجود ہے۔ اگر لفظ سید کے ہوتے ہوئے بھی کسی بدگمانی کی
گنجائش ہے۔ تو کم از کم اس سے یہ امر ضرور صاف ہو گیا کہ یہ لفظ قوم راجپوت
کا جزو یا اس کی شاخ نہیں ہے۔ رہا یہ خیال کہ لفظ سید کے بعد اندراج کی
وجہ سے اس کا جزو ہو تو خوش قسمتی سے ایسا بھی نہیں ہے اس لئے کہ
بجز نقشہ نمبر ۳ کے اس سے پہلے اور بعد کے تمام نقشہ جات میں ہر جگہ لفظ سید

تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوہلیدار کی اولاد یا اولاد کی اولاد مسلسل موجود ہے۔ اہل ہنود اس قسم کی آراضیات اپنے متبرک مقام مندر اور قابل احترام پنڈت کو دیتے ہیں اور اہل اسلام اپنی متبرک مساجد و خانقاہ اور مقدس مشائخ کو دیا کرتے ہیں چنانچہ نقشہ نمبر ۳ مندرجہ شگوفہ کے خانہ کیفیت میں یہ آراضیات بحق پیری دینا لکھا ہوا ہے جس سے سجادہ نشین حال اور ان کے بزرگوں کا مرجع خلائق بزرگ ہونا اور باشندگان دھولکوٹ کا ان سے بیعت ہونا ظاہر ہے۔

باشندگان دہولکوٹ سے خط وکتابت

اس موقعہ پر ہم وہ خط وکتابت نقل کئے دیتے ہیں جو ہم نے ابھی حال میں باشندگان دہولکوٹ سے مسائل مندرجہ شگوفہ کے متعلق کی تھی۔ جس سے ہمارے تردیدی پوائنٹس کی بڑی حد تک تصدیق ہوتی ہے۔

از اجمیر شریف ۱۰۔ اپریل ۲۷ء

بخدمت شریف جناب جمعدار امداد علی خاں صاحب پنشنر و ذیلدار حلقہ دہولکوٹ و نظر علی خاں صاحب نمبردار و بسوہ دار و فیاض محمد خانصاحب دفعدار پنشنر و بسوہ دار و روح اللہ خانصاحب دفعدار پنشنر و بسوہ دار

اس نہایت پرلطف لفظ کی تشریح کی جاوے گی۔ ناظرین دعا کریں کہ اس توضیح و انکشاف کے بعد کچھ لوگ کسی ناگہانی آفت یا صدمہ میں مبتلا نہو جائیں

لفظ دوہلی کی تشریح

سجادہ نشین حال اور ان کے بزرگوں کے نام کے ساتھ جو لفظ دوہلیدار استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے مشتہرین نے شگوفہ صفحہ ہم پر اس کی وجہ تسمیہ سے لاعلمی ظاہر کی ہے اور بعد میں ازراہ عنایت اس کی نامکمل توضیح ان الفاظ میں کی ہے کہ اجمیر میرواڑہ میں اہل ہنود جو آراضی مندرو میں بطور خیرات دیتے ہیں اس کو دوہلی کہا جاتا ہے اور کسی دوسرے رسالہ میں اس کی تشریح کا بھی وعدہ کیا ہے ہم مشتہرین کو بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ کسی خطرناک اور ان کے مفید مطلب معنی پر مشتمل نہیں ہے اگرچہ مشتہرین نے اس کی ناقص تشریح کر کے اس کے معنی کو اپنے مفید مطلب بنانا چاہا تھا۔ دوہلی ہندی لفظ ہے۔ اس کا مفہوم وہی ہے جو معافی کا ہے اور اس کا اطلاق ان زرعی آراضیات پر کیا جاتا ہے جو کسی متبرک مقام مثلاً مندر۔ مسجد۔ درگاہ یا کسی پنڈت اور مقدس بزرگ کو بلا کسی شرط خدمت کے دیجاویں اور جب پنڈت یا بزرگ کو یہ آراضیات دی جاتی ہیں اس کو دوہلیدار کہتے ہیں یہ آراضیات اولاد در اولاد منتقل ہوتی چلی آتی ہیں اور ان کی واپسی اسوقت

پاس زیادہ سے زیادہ ثبوت کیا ہے۔ نیز یہ کہ ان کے بزرگوں کے اعزاز و اخلاق اور ذاتی حالات کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے۔ خاکسار ان کے نسب کے متعلق آپ بھائیوں کی معلومات کیا ہیں اور آپ اپنے بزرگوں سے ان کے نسب کے متعلق کیا سنتے آئے ہیں۔

(۲) کیا براہ کرم آپ بھائی بتلائیں گے کہ راجپوتوں میں کل کتنی گوتیں ہوتی ہیں اور گوت برسوال راجپوتوں کی کوئی گوت ہے یا نہیں اور آپ کے موضع و خاندان میں کوئی گوت برسوال کے نام سے ہے یا نہیں؟

(۳) کیا براہ کرم آپ بتلا سکتے ہیں کہ نسبی حیثیت سے سجادہ نشین حال یا ان کے بزرگوں کا کوئی تعلق گوت برسوال یا راجپوتوں کی کسی گوت سے ہے یا نہیں؟

(۴) کیا براہ کرم آپ بتلائیں گے کہ دوہلی کس چیز کو کہتے ہیں اور دوہلیدار کا مفہوم کیا ہے۔ اور سجادہ نشین آستانہ کے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ جو لفظ دوہلیدار لکھا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے اور ان کو کس وجہ سے یہ دوہلی دی گئی ہے؟

(۵) کیا براہ کرم آپ بتلائیں گے کہ آپ کی براوری یعنی قوم راجپوت ہیں اور آپ کے موضع دھولکوٹ میں کوئی راجپوت دوہلیدار ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ والسلام خادم ملک ملت محی الدین اجمیری عفا اللہ عنہ

و نجر علی خانصاحب لبوہ دار و جان محمد خانصاحب نمبردار و لبوہ دار و ظہور علی
خانصاحب ضعدار پنشنر و لبوہ دار و محمد اسحق خاں صاحب جمعدار و فیروز خاں
صاحب نمبردار و لبوہ دار و ماتھو خاں صاحب نمبردار و امام علی خانصاحب
نمبردار و مددعلی خانصاحب نمبردار و ابراہیم خانصاحب نمبردار و غیرہم سکنہ
موضع دہولکوٹ تحصیل وضلع گوڑگانوہ

السلام علیکم۔ تصدیعہ خدمت یہ کہ آپ بھائیوں کی جانب سے بہ تعلق
مذہبی و بلحاظ اخوت اسلامی ہم کو سوالات ذیل کے جوابات مطلوب ہیں امید
کہ آپ سب بھائی باہمی تبادلۂ خیالات و مشورہ اور اپنے معزز خاندان کے
معمّر بزرگوں سے استفسار حال کے بعد مکمل جوابات مرحمت فرمائیں گے۔
اور اُس پر تمام برادری کے بزرگوں کے دستخط و مواہیر اور نشانہائے انگشت
ثبت فرما کر نہ صرف باشندگان اجمیر بلکہ تمام معتقدین حضرت خواجہ بزرگ
اجمیری نور اللہ مرقدہ کو ممنونیت کا موقع دینگے۔

سوالات حسب ذیل ہیں

(۱) کیا براہ کرم آپ بھائی بتلائیں گے کہ جناب دیوان سید آل رسول علی
خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ اجمیر کے بزرگوں و آباء و اجداد کے
متعلق آپ کے علم میں خاص خاص واقعات کیا ہیں۔ اور آپ اُن کو
کس خاندان سے جانتے اور مانتے آئے ہیں۔ اور اُن کے متعلق آپ کے

برکت سے ہمارے گانوں میں برکت ہو۔ بڑے پیر جی صاحب کے صاحبزادہ
سید فضل علی صاحب عرف فجو شاہ صاحب کے آنکھوں سے دیکھنے والے
اور اُن کی صحبت سے فائدہ اٹھانے والے ابھی تک پچاسیوں آدمی موجود
ہیں۔ بڑے پیر جی صاحب اور فجو شاہ صاحب یعنی سید فضل علی صاحب کو
ہمارے بزرگوں نے زمینیں زراعت کے لئے نذر کی تھیں۔ فجو شاہ صاحب
کے صاحبزادہ پیر جی سید کرامت علی صاحب تھے۔ اور اُن کے صاحبزادہ
پیر جی سید خورسند علی صاحب عرف ننھے میاں تھے۔ یہ دونوں بزرگ
بھی بہت بڑے درجہ کے بزرگ تھے۔ اور ان سب کے عرس بھی اُن کے
وصال کے دنوں پر برابر کرتے رہتے ہیں جس سے ہمارے تمام گاؤں میں
برکت رہتی ہے۔ ان بزرگوں کے حال سے ہمارے باپ دادا نیز ہم
سب گاؤں والے اور ہماری برادری والے خوب واقف ہیں اور مدتوں
ساتھ اور ایک گاؤں میں رہنے سے ہم کو ان کی ساری حالت سے
واقفیت ہے اور ہم ان بزرگوں پر اپنی جان تک نثار کرنا اپنا فرض
سمجھتے ہیں۔ ہم سب لوگ اور ہمارے بزرگ ان بزرگوں کے طفیل سے
شریعت اور مذہب سے بھی واقف ہو گئے ہیں۔ ان بزرگوں کے طفیل
سے آج ہمارے سب چھوٹے بڑے شرع شریف سے واقف ہو گئے
اور گاؤں میں چند مسجدیں بھی تعمیر ہو گئیں۔ جو آباد رہتی ہیں۔ سید

جواب

از دھولکوٹ ضلع گوڑگانوہ ۲۰-اپریل ۱۹۲۶ء

مہربان وقدردان جناب مولوی محی الدین صاحب اجمیری۔
وعلیکم السلام۔آپ کی چٹھی ہم سب نے پڑھی اور اس پر خوب غور کیا ہم سب گانوں کے لوگ جو سچ سچ بات ہے وہ آپ کو لکھے دیتے ہیں۔ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

جواب سوال نمبرا۔جناب دیوان سید آل رسول صاحب گدی نشین اجمیر شریف درگاہ حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پیرزادہ اور ہمارے مرشدزادہ اور ہمارے بزرگوں کے بزرگ زادہ اور سید ہیں۔حضور غریب نوازؒ کی اولاد ہیں۔جب پیرجی سید سیح اللہ صاحب اجمیر شریف سے یہاں تشریف لائے تھے تو ہمارے بزرگوں نے خوب پتہ لگا کر اور اجمیر شریف خود جاکر تحقیق کرکے جب یہ معلوم کرلیا تھا کہ یہ حضور خواجہ غریب نوازؒ کی اولاد ہیں اور گدی نشین صاحب کے خاندان سے ہیں اور بہت نیک اور بڑے بزرگ ہیں تو اُن کے ہاتھ پر ہمارے سب کے سب بزرگ بیعت ہوگئے تھے۔شروع میں بڑے پیرجی صاحب کا قیام تھوڑے دن کیلئے تھا۔بعد میں ہمارے بزرگ جب اُن کے مرید ہوگئے تو سب نے درخواست کی کہ آپ یہاں ہی قیام کرلیجئے تاکہ آپ کی

جواب سوال نمبر ۳۔ سید آل رسول صاحب گدی نشین و دیوان صاحب درگاہ شریف اور اُن کے بزرگ سید اور حضور غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ بھلا وہ راجپوت کیسے ہو سکتے ہیں۔ نہ وہ راجپوت ہیں۔ نہ راجپوتوں کی کسی گوت سے ہیں۔ یہاں تک کہ راجپوتوں میں بر موقع شادی۔ نیوتہ کوت بھی نہیں ہے۔ اور بر سوال گوت تو ہمارے علم میں کوئی گوت نہیں ہے۔ ہمارا اُن کا تعلق پیری مریدی کا ہے اور ہم سب اُن کے خاندان کے حلقہ بگوش ہیں۔

جواب سوال نمبر ۴۔ دوہلی ایک قسم کی معافی ہے۔ دراصل یہ لفظ دوہلی ہے (یعنی دوہل والی) وہ آراضی جو دوہل والی ہو ایک ہل منجانب مالکان تصور ہوئے اور دوسرا قابض آراضی کا (یعنی دوہلی دار کا) قابض آراضی ہے اگر وہ زمین خالی ہو جاوے (یعنی قابض لاولد فوت ہو جاوے) تو مالک کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

دوہلی کسی متبرک مقام مسجد۔ درگاہ۔ مندر یا کسی بزرگ کو بلا شرط خدمت دی جاتی ہے۔ اور دیگر اشخاص کو بعوض خدمت چنانچہ دوہلی ہمارے بزرگوں نے دیوان سید آل رسول صاحب گدی نشین درگاہ شریف اجمیر کے بزرگوں کو بلا شرط خدمت حق پیری میں بطور نذر پیش کی ہے۔

سید آل رسول صاحب ہمارے پیرزادہ اور بزرگ زادہ ہیں اُن کے لئے ہماری جان تک حاضر ہے۔ ہم اُن کے حال سے اور اُن کے بزرگوں کے حال سے بخوبی واقف ہیں۔ پیر فضل علی صاحب کی درگاہ شریف بھی دھولکوٹ میں موجود ہے۔ جس میں پیر جی سید کرامت علی صاحب۔ پیر جی سید خورسند علی صاحب عرف ننھے میاں اور سید حسین صاحب برادر حقیقی سید کرامت علی صاحب کے مزارات بھی ہیں۔ ان بزرگوں نے دہلی کے بڑے بڑے عزت والے سیدوں کے خاندانوں میں شادیاں کی تھیں جن میں ہم اور ہمارے بزرگ بھی شریک ہوتے رہے تھے۔ ہمارے ان بزرگوں کی دہلی کے بڑے بڑے لوگ بھی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔

جواب سوال نمبر ۲۔ راجپوتوں میں گوتیں بہت سی ہوتی ہیں لیکن گوت برسوال تو ہم نے آج تک نہیں سُنی۔ ہم خود راجپوت ہیں۔ مگر ہم میں کوئی گوت برسوال میں سے نہیں ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں میں سے بھی کسی سے اس گوت کا نام نہیں سُنا۔ ہماری برادری کے بڑی بڑی عمر کے لوگ بھی اس گوت کو نہیں جانتے۔ اور ہمارے گاؤں میں راجپوتوں کی مندرجہ ذیل گوتیں آباد ہیں۔ چوہان۔ بڑگوجر۔ جاٹو۔ پنوار۔ تربان۔

نشانی انگوٹھا حمایت علیخاں　نشان انگوٹھا ماہتو خاں　دستخط شمشیر خاں حوالدار

ولد نشان علی خاں لسوہ دار　نمبردار و لسوہ دار　پنشنر و لسوہ دار

دستخط رحم علی ولد نورو　دستخط رحم علی ولد ہو علی بخش　دستخط محفوظ علی

لسوہ دار　پنشنر و لسوہ دار　ولد رحمت علی لسوہ دار

نشانی انگوٹھا نیاز محمد خاں　نشانی انگوٹھا سونڈو خاں　نشانی انگوٹھا چھوٹو خاں

ولد بلا خاں پنشنر و لسوہ دار　لسوہ دار ولد کہاری　ولد کرم علی لسوہ دار

دستخط روح اللہ خاں دفعدار　نشانی انگوٹھا گھیسا خاں　دستخط فیاض محمد خاں

پنشنر و لسوہ دار بقلم خود　ولد اللہ بخش لسوہ دار　دفعدار پنشنر و لسوہ دار

دستخط اصغر علی خاں ولد　دستخط ظہور علی دفعدار پنشنر　نشانی انگوٹھا فجر علی خاں

رحیم بخش لسوہ دار بقلم خود　و لسوہ دار بقلم خود　ولد ظفریاب خاں لسوہ دار

دستخط دیوان خاں　نشانی انگوٹھا ہوشیار علی　نشانی انگوٹھا عباس خاں

لسوہ دار بقلم خود　ولد کھمیر خاں لسوہ دار　ولد خدا بخش لسوہ دار

دستخط نیاز محمد خاں ولد　نشانی انگوٹھا نور محمد ولد کمیو　نشانی انگوٹھا کرم علی ولد

برکت علی لسوہ دار بقلم خود　لیس دفعدار پنشنر و لسوہ دار　شمسو نمبردار و لسوہ دار

دستخط　نشانی انگوٹھا و مہر　نشانی انگوٹھا

سوداگر خاں دفعدار　نذر علی ولد مدد علی　لیلو خاں ولد مہر علی

پنشنر بقلم خود　نمبردار　لسوہ دار

جواب سوال نمبر ۵- ہمارے گاؤں میں کوئی ایک شخص ہماری راجپوت قوم میں سے دوہلیدار نہیں ہے۔ کیونکہ موضع دھولکوٹ تمام راجپوتوں کا گاؤں ہے۔ اور ہم سب قریب قریب یک جدی اور ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور سیدوں کا یہی ایک خاندان ہمارے گاؤں میں ہے جس سے حضرت دیوان سید آل رسول صاحب گدی نشین حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہماری ہی طرف سے آراضیات دوہلی یا اور طریقہ سے دی جاتی ہیں۔ والسلام

الراقم حاکم علی خاں پسر جان محمد خاں نمبردار موضع دہولکوٹ بقلم خود۔

نشانی انگوٹھا حاجی بھولو خاں لسبوہ دار — نشانی انگوٹھا بھورے ولد تہور خاں لسبوہ دار — نشانی انگوٹھا فضل علی خان ولد مسلم خاں

دستخط دفعدار شاہ میر خاں پنشنر — نشانی انگوٹھا جان محمد خاں لسبوہ دار و نمبردار — نشانی انگوٹھا ہوشیار علیخاں دفعدار پنشنر و لسبوہ دار

نشانی انگوٹھا فیروز خاں نمبردار و لسبوہ دار — نشانی انگوٹھا حسن علی خاں لسبوہ دار — نشانی انگوٹھا جان محمد خاں ولد فیروز خاں لسبوہ دار

دستخط حسن علی خاں دفعدار پنشنر و لسبوہ دار بقلم خود — نشانی انگوٹھا ابراہیم خاں نمبردار و لسبوہ دار — دستخط جمعدار امداد علی خاں پنشنر و ذیلدار حلقہ دہولکوٹ

دستخط	نشانی انگوٹھا محمود خاں	نشانی انگوٹھا بھولو خاں
اعظم علی ولد عبدل لبوہ دار	ولد بھورے خاں لبوہ دار	ولد بھوریا پنشنر و لبوہ دار
نشانی انگوٹھا نیاز محمد ولد	نشانی انگوٹھا ابراہیم خاں	نشانی انگوٹھا بگیلا ولد
مراد علی پنشنر و لبوہ دار	ولد جھنڈو لبوہ دار	مسلم خاں راجپوت
نشانی انگوٹھا احسان علی	نشانی انگوٹھا منشی	نشانی انگوٹھا فیروز خاں
ولد خیراتی لبوہ دار	ولد ظہورا لبوہ دار	ولد ظہور خاں لبوہ دار
نشانی انگوٹھا ظہور علیخاں	نشانی انگوٹھا رحیم بخش	نشانی انگوٹھا مراد
ولد اللہ دیا پنشنر و لبوہ دار	ولد مامنا پنشنر و لبوہ دار	ولد چندو لبوہ دار
نشانی انگوٹھا لیلو ولد کالو	نشانی انگوٹھا ارشد خاں	نشانی انگوٹھا غلام علی
لبوہ دار	ولد مولیا لبوہ دار	ولد کرم علی لبوہ دار
نشانی انگوٹھا سکھدار	نشانی انگوٹھا محمود خاں	نشانی انگوٹھا ساکھو
ولد کریم لبوہ دار	ولد وزیر لبوہ دار	ولد اصغر علی لبوہ دار
نشانی انگوٹھا نور محمد ولد	نشانی انگوٹھا مقصود علی	دستخط خورشید علی
مدح خاں پنشنر و لبوہ دار	ولد فیضا لبوہ دار	لبوہ دار تعلیم خود
نشانی انگوٹھا نیازو	نشانی انگوٹھا	نشانی انگوٹھا
ولد اصغر علی	عبدالرزاق ولد بلا	امر علی ولد بھوریا
لبوہ دار	لبوہ دار	لبوہ دار

نشانی انگوٹھا نور محمد پنشنر
بسوہ دار

دستخط محمد اسحق خاں
جمعدار بقلم خود

نشانی انگوٹھا سلیمان خاں
ولد کلو بسوہ دار

نشانی انگوٹھا مسلم خاں
ولد وزیر علی بسوہ دار

نشانی انگوٹھا امام علی
ولد کلو بسوہ دار

نشانی انگوٹھا نور محمد پنشنر
و بسوہ دار

نشانی انگوٹھا نذرا ولد
نواب علی بسوہ دار

نشانی انگوٹھا محفوظ خاں
ولد وزیر علی پنشنر و بسوہ دار

نشانی انگوٹھا نواب علی
ولد بو علی بخش بسوہ دار

نشانی انگوٹھا نور علی ولد
خیراتی خاں جمعدار پنشنر و بسوہ دار

نشانی انگوٹھا نور علی ولد
محصر علی بسوہ دار

نشانی انگوٹھا محمود ولد
بھولو بسوہ دار

نشانی انگوٹھا عاشق
ولد امر علی بسوہ دار

دستخط ممتاز خاں بسوہ دار
بقلم خود

نشانی انگوٹھا علی بخش
ولد سکھدار بسوہ دار

نشانی انگوٹھا خورشید
ولد غفور بسوہ دار

دستخط نیاز محمد خاں جمعدار
پنشنر و بسوہ دار

دستخط نور محمد ولد خوبی
بسوہ دار بقلم خود

نشانی انگوٹھا مقصود خاں
ولد کلو خاں بسوہ دار

نشانی انگوٹھا حیدر خاں
ولد مسلم خاں بسوہ دار

نشانی انگوٹھا اصغر علی
ولد رحم علی بسوہ دار

نشانی انگوٹھا شرف خاں
ولد مسلم خاں پنشنر سوار
و بسوہ دار

نشانی انگوٹھا
منتا ولد لالہ
بسوہ دار

نشانی انگوٹھا
سلیمان خاں ولد ٹمسو
بسوہ دار

دیوان صاحب حال سجادہ نشین ہوگئے۔ منصبی حویلی کے ساتھ دو کانوں پر قبضہ مل چکا۔ امام باڑہ پر قبضہ کا دعویٰ ہونیوالا ہے۔ باغ کے قبضہ کا خیال پہلے ہی سودائے خام ثابت ہوچکا تھا۔ یہ دونوں مسلمان خدا کے فضل سے کافی دولتمند اور نسبتاً خوشحال ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی ہمدردی میں حصہ لیا ہے۔ اور اپنی پاک کمائی کا کچھ حصہ اسلامی کاموں کے لئے نذر کیا ہے۔ ایسے اسلامی درد رکھنے والے لوگوں کے بھٹک جانے اور خودغرض افراد کے ہاتھوں میں کٹ پتلیاں بنے رہنے سے افسوس ہوتا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ ناظرین ان کے لئے دعائے ہدایت کریں۔

ایک نام نہاد بی اے صاحب کو تنبیہ

اس رسالہ کی عام اشاعت سے قبل تقریباً ۱۶۔ رمضان کو حضرت سجادہ نشین حال بعض اہم ترین اسلامی مسائل کے انصرام کی غرض سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ عید سے ایک روز قبل واپسی پر معلوم ہوا کہ مخالفین نے شگوفہ نامی رسالہ خاص اہتمام سے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کیا ہے۔ ابھی اس کے معائنہ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ عین عید کے روز ایک اشتہار نظر سے گزرا جس میں دو ہفتوں کی مہلت دیکر سجادہ نشین

دستخط دفعدار بھورے خاں نشانی انگوٹھا حاکم علی خاں دستخط اسمعیل خاں جمعدار
بقلم خود پنشنر و لسبوہ دار رسالہ نمبر ۲۳ رخصتی لسبوہ دار

دستخط محمود خاں دفعدار دستخط نواب علی خاں دستخط شیر محمد خاں دفعدار
ولسبوہ دار دفعدار پنشنر و لسبوہ دار بقلم خود

دستخط بشیر خاں لیس دفعدار دستخط ہوشیار علی دفعدار دستخط عبد الغنی خاں لسبوہ دار
رخصتی بقلم خود پنشنر لسبوہ دار دستخط اسمعیل خاں ولد اللہ دیا لسبوہ دار

دستخط دفعدار فیروز خاں نشانی انگوٹھا بہار علی خاں راجپوت
پنشنر بقلم خود لسبوہ دار

دو تاجروں کی بنائے مخاصمت

دیوان صاحب کے خلاف ہر موقعہ پر عموماً اور اس موقعہ پر خصوصیت کے ساتھ درگاہ بازار کے دو دولتمند مسلمان تاجر شورش میں پیش پیش ہیں ان لوگوں کی بنائے مخاصمت بجز اس کے کچھ بھی نہیں کہ انہوں نے سجادہ نشین سابق کے عہد میں اس منصبی حویلی کی دو دو کانوں واقعہ حصہ زیرین حویلی منصبی اور ایک مکان منصبی جزو حویلی معروف بہ امام باڑہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور باغ متصل حویلی کے قبضہ پر ان کی نگاہیں تھیں حسن اتفاق سے

جناب مولانا محمد نور الدین صاحب اجمیری سے خط و کتابت

اب ہم وہ خط و کتابت شائع کرتے ہیں۔ جو ہم نے رسالہ شگوفہ اور
رسالہ اظہار حق کے متعلق جناب مولانا محمد نور الدین صاحب اجمیری سے
کی تھی ہم شکر گزار ہیں کہ مولانا نے باوصف ہر فریق سے تعلقات کے
اظہار حق فرمایا۔ اور طبقہ علمار کے لئے ایک قابل تقلید مثال قائم کی۔

جناب مکرم مولانا محمد نور الدین صاحب زید لطفہم

السلام علیکم تصدیعہ خدمت یہ کہ رسالہ موسومہ شگوفہ کی مطبوعہ کاپی اور رسالہ
اظہار حق و انکشاف حقیقت کا مسودہ جو اول الذکر کی تردید میں لکھا گیا ہے
اس غرض سے جناب کی خدمت میں ارسال ہے کہ ان کو بغور معائنہ فرما کر
بہ حیثیت عالم دین متین و بہ حیثیت ثالث اپنی رائے سے مطلع فرمائیے
کہ آپ اس تمام مواد کے معائنہ کے بعد کس نتیجہ پر پہنچے۔ والسلام فقط

سیٹھ قادر بخش ۱۷۔ اپریل ۱۹۲۷ء

جواب

کرم فرمایم جناب سیٹھ قادر بخش صاحب زاد لطفکم

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے رسالہ شگوفہ اور رسالہ اظہار حق

صاحب سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

مشتہر صاحب نے اگرچہ اپنے کو بی اے علیگ لکھا ہے لیکن عبارت اس کی تصدیق سے قاصر رہی اور الٹی ان کی ڈگری کی نسبت بدگمانی ہونے لگی۔

مشتہر صاحب نے اپنے نام کے ساتھ وغیرہ مسلمانان اجمیر لکھکر مسلمانان اجمیر کی جانب سے بلا درخواست اور بلا ضرورت حق نمایندگی ادا کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اجمیر شریف کے مسلمانوں میں خدا کے فضل سے متعدد قابل و لائق جدید و قدیم تعلیم سے مزین صاحب ایثار و اخلاص افراد موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے وہ کسی چند روزہ ناخواندہ مہمان کو نمایندگی کی تکلیف دینا گوارا نہیں کر سکتے۔ باشندگان اجمیر کی نمایندگی کے لئے جس اعلیٰ قابلیت کی ضرورت ہے وہ باوصف بی اے ہونے کے بھی مشتہر صاحب میں نظر نہیں آتی۔ لہذا وہ کسی برائے نام بی اے کو نمایندہ بناکر دوسری جگہ کے مسلمانوں کو ہنسنے کا موقع دینا نہیں چاہتے مشتہر صاحب آیندہ کے لئے کم از کم اس خود ساختہ نمایندگی سے تو اہل اجمیر کو معاف ہی رکھیں۔

سے کسی ایسی چیز کا ثبوت نہیں ہو سکتا جو سجادہ نشین حال کے لئے
مضر اور ان کی پوزیشن کو کم کرنے والی ہو۔

میرے ایک مخلص دوست منشی سید علیم الدین صاحب مخوی
جعفری معافیدار اجمیر کا غذات مال سے بخوبی واقف و ماہر ہیں انہوں
نے مجھے نہایت خوبی اور وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا تھا کہ ان نقشہ جات
میں کوئی وزن نہیں ہے اور یہ حقیقت سے بالکل معرا ہیں۔ انہوں نے
اس موقعہ پر ایک اپنی خاندانی مثال سے بھی اس کی دلنشین تشریح
کر کے مجھے مطمئن کر دیا تھا۔

رسالہ اظہار حق و انکشاف حقیقت کے اظہار حقیقت والے حصہ
کو غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سجادہ نشین
حال کے حق میں تائیدی واقعات اور رسالہ کے تردیدی دلائل و شواہد
نہایت مضبوط و مستحکم ہیں جن سے ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔
جو رسالہ شگوفہ سے عوام میں پیدا ہوئی ہونگی۔ اور عام مسلمان اس حقیقت
واقعیہ کو پالیں گے کہ سجادہ نشین حال جائز حقدار سجادگی اور صحیح وارث
حضرت خواجہ بزرگ اجمیری نور اللہ مرقدہ ہیں اور ان کا سجادہ نشین
آستانہ ہو جانا اس حقیقت کی تصدیق ہے کہ "حق بہ حقدار رسید"۔

میرا خیال ہے کہ آپ حضرات نے انکشاف حقیقت لکھ کر نہ

وانکشاف حقیقت کا مسودہ میرے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں
ان دونوں کا مطالعہ کرکے ایک ثالث کی حیثیت سے دیانت اور سچائی
کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کروں۔ اس قسم کے مختلف فیہ مسائل میں اولجھنے
سے ہمیشہ گریز کرتا رہا ہوں لیکن جب حق و انصاف اور دیانت داری
کے نام پہ اظہار رائے کا مطالبہ کر لیا جائے تو اس سے پہلو تہی مشکل
ہے۔ لہذا میں بلا رو و رعایت و بلا خوف لومۃ لائم وہ خیال ظاہر کئے دیتا
ہوں۔ جو میں نے قائم کیا ہے۔

میں اس سے پہلے بھی شگوفہ کا مطالعہ کر چکا تھا۔ اس کے متعلق
شروع سے میری رائے ہے کہ یہ رسالہ غیظ و غضب کا مظہر ہے۔ اور
تمامتر انتقامی جذبات کے ماتحت لکھا گیا ہے۔ اس میں قطع نظر اس کے
کہ آداب تحریر ملحوظ نہیں رکھے گئے نقشہ جات کی صحیح اور سچی تشریح بھی
نہیں کی گئی ہے۔ مزید براں بعض غیر متعلق نقشہ جات بھی شامل کر دیئے
گئے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب دیوان سید آل رسول
علی خاں صاحب سجادہ نشین حال کی جانب سے مسلمان پبلک کو غلط
فہمی میں ڈالنے کی سعی کی گئی ہے۔

نقشہ جات مندرجہ شگوفہ کی حیثیت ایک مغالطہ سے زائد نہیں
ہے محکمۂ مال سے متعلق کاغذات کو سمجھنے والے جان سکتے ہیں کہ اس

خاتمہ کلام

ہم ختم رسالہ کے موقعہ پر ایک بار پھر اس خیال کو نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان حالات و واقعات کے ایک حصہ کی اشاعت ہم نے انتہائی مجبوری کی حالت میں کی ہے جس کے لئے ہم خود نہایت متاسف ہیں۔ اور ہم کو خود اس کی اشاعت سے انتہائی اذیت و تکلیف محسوس ہوئی ہے لیکن ہم عرصہ سے دیکھ رہے تھے کہ مخالفین سجادہ نشین پبلک میں سخت درسخت غلط فہمیاں پھیلانے کے خوگر ہو چکے تھے اور اس قسم کے مواد شائع کرتے رہتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ہمیشہ فتنہ و فساد اور باہمی سخت کشمکش کا دروازہ کھل جایا کرتا تھا۔ نیز حکام اور اُن کے فیصلوں کے خلاف پبلک میں ہر قسم کی جائز و ناجائز نکتہ چینی اور غلط فہمی پھیلانے کے لئے بحث و تمحیص کا موقعہ مل جاتا تھا۔ لہذا ہم نے نہایت دیانتداری اور نیک نیتی کے ساتھ واقعات و حالات کو قلمبند کر کے شائع کر دیا۔ امید کہ مسلمان آئندہ ان واقعات و حالات اور حکام کے فیصلوں اور اُن کی پوزیشن کے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکیں گے۔

مَا عَلَيْنَا يَا أَخِي إِلَّا الْبَلَاغ

صرف یہ کہ ازالہ غلط فہمی کیا ہے۔ بلکہ آپ نے صحیح و مستند واقعات ظاہر کر کے مسلم پبلک اور معتقدین آستانہ کو اس معصیت سے بھی بچا لیا ہے جس میں وہ شگوفہ یا اُس جیسی کسی اور اشاعت سے متاثر ہو کر صاحب سجادہ نشین آستانہ کے متعلق اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ کے مرتکب ہوجاتے۔

خدا ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم حق کے مقابلہ میں اپنے اغراض و خواہشات کو قربان کر کے خدا اور رسول صلعم اور حضرت خواجہ بزرگؒ کی خوشنودی حاصل کریں۔ والسلام فقط

رقیمہ محمد نورالدین اجمیری عفا عنہ الباری سہ شنبہ ۱۶ شوال ۱۳۴۵ھ

مطابق ۱۹- اپریل ۱۹۲۷ء

مرتبہ

(۱) سیٹھ عبداللطیف عبداللہ حاجی اللہ رکھا۔ آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ (و پریسیڈنٹ انجمن ناظر اوقاف و پریسیڈنٹ یتیم خانہ معینیہ اسلامیہ و وائس پریسیڈنٹ جمعیۃ تبلیغ الاسلام ممبر اڈہ وائزری کمیٹی آف معینیہ اسلامیہ ہائی سکول) و جنرل مرچنٹ و ریلوے کنٹرکٹر بی بی اینڈ سی۔ آئی۔ آر۔ اجمیر

(۲) خانصاحب سید غفار حسین ایم اے ایل ایل بی پروفیسر میو کالج اجمیر (پریسیڈنٹ بنچ آف آنریری مجسٹریٹ۔ اجمیر

(۳) محمد مظفر مرزا ہیڈ کلرک انجنیر انچیف بی بی اینڈ سی آئی آر (وسکرٹری یتیم خانہ معینیہ اسلامیہ اجمیر)

(۴) سیٹھ قادر بخش رئیس اجمیر

(۵) عبدالرحمٰن سب اسٹور کیپر ریلوے اسٹور اجمیر

(۶) عبدالغنی لوک مرچنٹ (رکن ورکنگ کمیٹی جمعیۃ تبلیغ الاسلام اجمیر)

(۷) محمد یوسف خاں (جائنٹ سکرٹری راجپوتانہ پراونشل مسلم لیگ اجمیر)

(۸) خادم ملک و ملت محی الدین اجمیری عفا اللہ عنہ

اپریل ۱۹۲۷ء